لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

ظہور-تبوک ۱۳۹۰ ہش
اگست-ستمبر ۲۰۱۱ء

خصوصی ۲۰۱۱ جلسہ سالانہ امریکہ شمارہ

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

Press Conference at the National Press Club, Washington DC before the start of 2011 Jalsa Salana, USA

Iftar Dinner organized by Silicon Valley Chapter

Waqfe Nau Regional Ijtema-Chicago Region

Tabligh Stall organized by York/Harrisburg Jama'at

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النـــور

(2:258)

اگست۔ستمبر 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥

(الاحقاف :5)

پوچھ کیا تم نے اسے دیکھا ہے جسے تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے یا ان کا شریک ہونا محض آسمانوں ہی میں ہے؟ اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم کا کوئی ادنیٰ سا نشان اگر تم سچے ہو۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 63}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۪ۙ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۪ۙ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ۪ۙ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۪ۙ

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۪ۙ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۪ۙ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۪ۙ

(التکویر:1-8)

جب (نورِ) آفتاب کو لپیٹ دیا جائے گا۔اور جب ستارے دھندلے ہو جائیں گے۔اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی۔اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔اور جب دریاؤں (کے پانیوں) کو (نکال کر دوسری طرف) بہایا جائے گا۔اور جب (مختلف) نفوس جمع کئے جائیں گے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام :

اس بات کے ثبوت کیلئے کہ درحقیقت یہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح ظاہر ہو جانا چاہیئے دو طور کے دلائل موجود ہیں (1) اوّل وہ آیاتِ قرآنیہ اور آثارِ نبویہ جو قیامت کے قُرب پر دلالت کرتے ہیں اور پورے ہو گئے ہیں جیسا کہ۔۔۔اُونٹوں کی سواری کا موقوف ہو جانا جس کی تشریح آیت وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ سے ظاہر ہے۔۔۔اور سخت قسم کا کسوفِ شمس واقع ہونا جس سے تاریکی پھیل جائے جیسا کہ آیت اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ سے ظاہر ہے اور پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اُٹھا دینا جیسا کہ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ سے سمجھا جاتا ہے اور جو لوگ وحشی اور اراذل اور اسلامی شرافت سے بے بہرہ ہیں ان کا اقبال چمک اٹھنا جیسا کہ آیت وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ سے مترشح ہو رہا ہے اور تمام دُنیا میں تعلقات اور ملاقاتوں کا سلسلہ گرم ہو جانا اور سفر کے ذریعہ سے ایک کا دوسرے کو ملنا سہل ہو جانا جیسا کہ بدیہی طور پر آیت وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ سے سمجھا جاتا ہے۔۔۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 90)

منجملہ ان دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وہ دو نشان ہیں جو دُنیا کو کبھی نہیں بھولیں گے یعنی ایک وہ نشان جو آسمان میں ظاہر ہوا اور دوسرا وہ نشان جو زمین نے ظاہر کیا۔۔۔زمین کا نشان وہ ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ قرآن شریف کی وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے وَیُتۡرَکُ الۡقِلَاصُ فَلَا یُسۡعٰی عَلَیۡھَا خسوف کسوف کا نشان تو کئی سال ہوئے جو دو مرتبہ ظہور میں آ گیا اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلادِ اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آ رہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظّمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا تب وہ اُونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یک دفعہ بے کار ہو جائیں گے اور ایک انقلابِ عظیم عرب اور بلادِ شام کے سفروں میں آ جائے گا چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ اور مدینہ کی راہ کا تیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا کریں بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دُنیا میں سے اُٹھ جائے گی۔اور یہ پیشگوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنا نظارہ دکھائے گی اور تمام دُنیا اس کو بچشمِ خود دیکھے گی اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا طیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دُنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہے۔۔۔اور نفوس کے ملانے کی علامت کئی طریق سے پوری ہوئی ہے ان میں سے ایک ٹیلیگراف (تار برقی) کی طرف اشارہ ہے جو ہر تنگی کے وقت میں لوگوں کی مدد کرتا ہے اور زمین کے دُور افتادہ حصوں میں رہنے والے عزیزوں کی خبر لاتا ہے اور قبل اس کے کہ دریافت کرنے والا اپنی جگہ سے اُٹھے تار برقی اسکے عزیزوں کی خبر دے دیتی ہے اور مغربی اور مشرقی شخص کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ چلا دیتی ہے۔۔۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 64-66)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِی ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُھَا۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی سعة المجالس)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا بہترین مجالس وہ ہیں جو کشادہ اور فراخ ہوں اور لوگ کھل کر بیٹھ سکیں۔

☆......☆......☆......☆

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا یَتَنَاجَی اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِکَ یُحْزِنُہٗ۔

(مسلم کتاب السلام باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاہ)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم تین ہو تو تم میں سے دو الگ سرگوشی نہ کریں۔ جب تک کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نہ مل جاؤ کیونکہ اس طرح تیسرے آدمی کو رنج ہوسکتا ہے۔ (کہ نہ معلوم انہوں نے کیا بات مجھ سے چھپائی ہے)۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَاقَامَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْہِ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ۔

(مسلم کتاب السلام باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی جلسہ گاہ یا مسجد وغیرہ سے کسی ضرورت کیلئے اپنی جگہ سے اٹھے تو واپس آنے پر وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ قَاعِدًا فَتَزَحْزَحَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ فِی الْمَکَانِ سَعَةٍ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰہُ اَخُوْہُ اَنْ یَتَزَحْزَحَ لَہٗ۔

(بیهقی فی شعیب الایمان۔ مشکوٰة باب القیام)

حضرت واثلہ بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام اسے جگہ دینے کیلئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ حضور جگہ بہت ہے آپؐ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ایک مسلمان کا حق ہے کہ اس کیلئے اس کا بھائی سمٹ کر بیٹھے اور اسے جگہ دے۔

ارشاداتِ عالیہ بانئ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ **یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالاً نسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا** یعنے بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتداء اور سردار قرار دیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کیلئے ان کی طرف رجوع کریں گے۔ تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق وصواب فتویٰ دیں گے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھ لیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آجکل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گزشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین ومشورہ اعلاء کلمہ اسلام وشرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں۔ اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ 27 دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں۔ اور بباعث ایام سرمایہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب 7 دسمبر 1892 {حاشیہ نوٹ: دیکھیئے اشتہار نمبر78 جلد ھذا صفحہ (المرتب)} کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کیلئے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتاء پیش کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے جلسہ پر روزِ معین پر دُور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کیلئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔

استفتاء میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سُنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صَرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا، قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شدرحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے۔ اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کیلئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں۔ اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایماناً کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں۔ اے بھلے مانس۔۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کیلئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض سورتوں میں کفر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة اور فرمایا گیا ہے کہ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین یعنی علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر یک مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا۔ پھر یہ فتویٰ دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔ کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقویٰ اور طہارت سے دُور ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم امر اور بدعت نہیں۔ انـمـا الاعمال بالنیات۔ بدظنی کے مادہ فاسد کو ذرا دُور کر کے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جب کہ 27 دسمبر کو ہر یک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کی باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے۔ تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کیلئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی ہے اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کیلئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کر کے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شدرحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر قطعی حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کیلئے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی سفر علم ہی کیلئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کیلئے۔ یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کیلئے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کیلئے اور کبھی مرد اپنی شادی کیلئے اور کبھی معاش کیلئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کیلئے سفر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی کے ملنے کیلئے سفر کیا تھا۔ اور کبھی سفر جہاد کیلئے بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مرشد کے ملنے کیلئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدّد الف ثانی بھی ہیں۔ اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کیلئے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت

ہوتا ہے۔اورامام بخاری کے سفر طلب علم حدیث کے لئے مشہور ہیں۔شاید میاں رحیم بخش کوخبر نہیں ہوگی۔اور کبھی سفر عجائبات دُنیا کے دیکھنے کیلئے بھی ہوتا ہے۔جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروا فی الارض اشارت فرمارہی ہےاور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ہدایت فرماتی ہے۔اور کبھی سفر عیادت کیلئے بلکہ اتباع خیار کے لئے بھی ہوتا ہےاور کبھی بیمار یا بیماردار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے۔اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے۔اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اوراحادیث نبویہ کے رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حثّ وترغیب پائی جاتی ہے۔۔۔اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مؤاخذہ میں ہوگا تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا۔بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خداتعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کیلئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کیلئے اپنی فرصت پا کر حاضرِ خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے۔ اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے قال ان وفد عبدالقیس اتوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم قالوا انا ناتیک من شقة بعیدة ولا نستطیع ان ناتیک الافی شھر حرامٍ۔یعنی ایک گروہ قبیلہ عبدالقیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور کہا کہ ہم لوگ دُور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہوسکتے۔اور ان کے قول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ردّ نہیں کیا اور قبول کیا۔پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کیلئے کسی اپنے مقتداء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجایش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہوسکیں۔اور یہی صورت 27 دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے۔۔۔افادہ کیلئے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سنت ہے اس ثبوت کے لئے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وائل سے روایت کرتے ہیں کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس یعنی عبداللہ نے اپنے وعظ کیلئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو تدابیر اور انتظام خدمت اسلام کیلئے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجالاویں۔جیسا کہ وہ عز اسمہٗ فرماتا ہے واعدوا لھم مااستطعتم من قوة۔یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر ایک قسم کی تیاری جو کر سکتے ہو کرو اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرمارہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجالاؤ۔اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی۔اپنی مالی طاقت کی۔اپنے حسن انتظام کی۔اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صَرف قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں۔انّا للہِ واِنّا اِلَیہِ راجعون۔

(مجموعہء اشتہارات جلد اوّل ص 360-352)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ملکِ رُوحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر — گو بہت دُنیا میں گزرے ہیں امیر وتاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ وجاہ — جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزّت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض — گر وہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سَو عزّت نثار

ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا — چھوڑ کر دُنیائے دُوں کو ہم نے پایا وہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں — قُرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوؔ سَتی — آملی الفت سے اُلفت ہو کے دوؔ دل پر سوار

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے — ایک دل کرتا ہے جُھک کر دوسرے دل کو شکار

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں — طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

اُسکے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے — کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار

تیر تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں — تیر اندازو! نہ ہونا سُست اس میں زینہار

ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے — ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار

اس سے خود آ کر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل — اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پُھولوں کے ہار

خطبہ جمعہ

جلسہ سالانہ جرمنی کے نہایت کامیاب و بابرکت انعقاد پر اللہ تعالیٰ کے ذکراور شکرگزاری کی طرف خصوصی توجہ دینے کی نصیحت۔ اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ اس شکر گزاری کے طریق کو ہم نے اپنانا ہے اوراپنی زندگیوں کاحصہ بنانا ہے۔

بحیثیت جماعت آج جماعت احمدیہ ہی ہے جس پر چوبیس گھنٹے دن چڑھا رہتا ہے۔ اور صرف جماعتِ احمدیہ ہے جس میں بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوئی نہ کوئی پروگرام ہر وقت بن رہے ہیں یا پیش کئے جا رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو گننا اور اُن کا شکر کرنا، اُن کا احاطہ کرنا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ کینیڈا اور امریکہ کے جلسہ ھائے سالانہ کے آغازکی مناسبت سے ان کا تذکرہ اور احباب کو نصائح یہ جلسے بھی ھماری تبلیغ کا ذریعہ بنتے ھیں اس لئے ھر احمدی کو ان دنوں میں خاص طور پر اس سوچ کے ساتھ رھنا چاھئے کہ ھم احمدیت کے سفیر ھیں ۔ ھمارے نمونے ھیں جو دنیا نے دیکھنے ھیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم جولائی 2011ء، یکم وفا 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد خدیجہ۔ برلن جرمنی

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ
(البقرۃ:153)

پس میرا ذکر کیا کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

الحمدللہ کہ گزشتہ اتوار کو جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس مرتبہ نئی جگہ پر جلسہ منعقد کرنے کی وجہ سے یہاں جماعت جرمنی کی انتظامیہ اور امیر صاحب کو ایک شوق اور ایک excitement بھی تھی۔ ایک نئے جوش کا اظہار تھا اور یہ یقیناً باقی افرادِ جماعت کو بھی ہوگا کیونکہ جلسہ کی پہلی جگہ منہائم جو تھی، وہاں صرف ایک ہال تھا اور وہ بھی تنگ پڑ رہا تھا۔ پھر عورتوں کے لئے مارکی لگانی پڑتی تھی جس میں گرمی کے دنوں میں بیٹھنا مشکل ہو جاتا تھا، خاص طور پر بچوں والی عورتوں کے لئے۔ جبکہ یہاں جو نئی جلسہ گاہ ہے کارلسروئے (Karlsruhe)، یہاں بڑے ائیر کنڈیشنڈ ہالوں کی سہولت موجود تھی۔ بعض اور سہولتیں بھی تھیں، اس لئے قدرتی بات ہے کہ ان سہولتوں کی وجہ سے خوشی یا excitement تھی لیکن وہاں نئی جگہ ہونے کی وجہ سے ان سہولتوں اور ایک ہی چھت کے نیچے تقریباً تمام انتظامات ہونے کے باوجود ایک فکر بھی سب کو تھی اور یہ فکر قدرتی بات ہے، ہونی چاہئے اور ایک مؤمن کی یہ خاصیت ہے کہ اُسے فکر رہتی ہے کہ کہیں اُس کی ذاتی خواہش اور پسند یا بشری غلطیوں کی وجہ سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو انتظامات میں کسی خرابی کا باعث ہو یا کسی مخفی معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو کر بعض مسائل پیدا نہ ہو جائیں جن تک انسان کی نظر رسائی نہیں کر سکتی۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا اور ایک شوق اور نئے جوش اور فکر کو ساتھ ساتھ رکھتے ہوئے انتظامیہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی بھی رہی اور افسر صاحب جلسہ سالانہ جو تھے وہ تو بار بار بڑی فکر کے ساتھ اس دوران میں بھی مجھے دعا کے لئے کہتے بھی رہے۔ اور یہی ایک مومن کی شان ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو اپنی طرف منسوب کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے فضلوں کی طرف منسوب کرتا

ہے اوراس کی مدد چاہتا ہے اور جب ایسی صورت ہوتو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اور جلسوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے ویسے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا تھا کہ ان کا انعقاد کروتا کہ جماعت کے مخلصین ایک جگہ جمع ہوکر اپنی دینی اور روحانی ترقی کے بھی اہتمام کریں اور سامان کریں اور ایک دوسرے کو مل کر آپس کی محبت کو بھی پروان چڑھائیں۔ پس جب یہ نیک ارادے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک کام کیا جارہا ہو اور اُس کی خاطر جمع ہونے والے لوگوں کے لئے بہتر سہولتوں اور انتظامات کی کوششیں کی جارہی ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ تو ایسے کاموں میں برکت ڈالتا ہی ہے۔ پس اگر یہاں اس نئی جگہ پر اگر کوئی کمیاں یا خامیاں رہ بھی گئی تھیں جو نئی جگہ پہلی مرتبہ جلسہ منعقد ہونے کی وجہ سے رہ بھی جائیں تو کوئی ایسی اچنبھے کی بات نہیں ہے لیکن چونکہ انتظامیہ کی نیت نیک ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پردہ پوشی فرماتا ہے اور فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس پردہ پوشی کی وجہ سے انتظامیہ کو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکرگزار رہنا چاہئے۔

آج دنیائے احمدیت میں ہر ملک میں جلسے منعقد ہورہے ہیں اور تقریباً سارا سال ہی یہ تسلسل رہتا ہے۔ گزشتہ ہفتے میں جیسا کہ مَیں نے کہا اور ہم سب جانتے ہیں کہ جرمنی کا جلسہ تھا تو آج سے امریکہ اور کینیڈا کے جلسے شروع ہورہے ہیں۔ جو فکریں گزشتہ ہفتے یہاں کی انتظامیہ کو تھیں، وہی فکریں اور دعاؤں کی کیفیت آج کینیڈا اور امریکہ کی جلسہ کی انتظامیہ کو ہوگی، اور ہونی چاہئے۔ لیکن جب شاملینِ جلسہ بھی انتظامیہ کی اس فکر کو سمجھ لیں اور اپنے آپ کو مہمان سمجھنے کی بجائے اُس نظام کا حصہ سمجھتے ہوئے مددگار بن جائیں تو انتظامیہ کی پریشانیاں بھی کم ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ عموماً شامل ہونے والے اپنے رویّوں، عمل اور دعاؤں سے مددگار بنتے ہیں اور جرمنی کی جماعت نے اس سال عمومی طور پر بھی جماعتی انتظامیہ سے یعنی افرادِ جماعت نے جماعتی انتظامیہ سے بہت تعاون کیا ہے۔ اللہ کرے کہ اس وقت امریکہ اور کینیڈا کے جو جلسے آج شروع ہورہے ہیں وہاں بھی ہر شامل ہونے والا روحانی مائدہ سے اپنی جھولیاں بھرنے کی فکر کرتے ہوئے جلسے میں شامل ہو اور بھرپور فائدہ اُٹھانے اور اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچاننے کی کوشش کرے تاکہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں۔ صرف میلہ سمجھ کر شامل نہ ہوں اور صرف ملاقاتوں اور خوش گپیوں میں وقت گزارنے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب عموماً ہر جگہ دنیا میں جہاں بھی جلسے ہوتے ہیں، تقریروں کے معیار بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ اللہ کرے کہ شاملینِ جلسہ ان سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں اور جو باتیں سنیں انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والے بھی ہوں۔ آج جیسا کہ مَیں نے کہا کینیڈا اور امریکہ کے جلسے ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

عموماً مَیں جن جلسوں میں شامل ہوتا ہوں اُس کے بعد شکرگزاری کے مضمون کے حوالے سے جلسوں اور دَوروں کا مختصر ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ آج بھی یہی مضمون رکھوں گا لیکن جلسے کے حوالے سے کینیڈا اور امریکہ کے جلسوں کا ذکر بھی بیچ میں اس لئے بیان کر دیا تھا کہ یہ دو بڑی جماعتیں ہیں جہاں جلسے منعقد ہورہے ہیں اور یہ دنیا میں منعقد ہونے والے جلسے بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کے ایک لامتناہی سلسلے کو لئے ہوئے ہیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی اپنے بعض خطبات میں بیان کیا ہے کہ بحیثیت جماعت آج جماعت احمدیہ ہی ہے جس پر چوبیس گھنٹے دن چڑھا رہتا ہے۔ یہاں اگر اس وقت دوپہر کا وقت ہے اور سورج ڈھل رہا ہے تو امریکہ اور کینیڈا میں یہ سورج ضحیٰ کا نظارہ پیش کر رہا ہے۔ اور صرف جماعتِ احمدیہ ہے جس میں بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوئی نہ کوئی پروگرام ہر وقت بن رہے ہیں یا پیش کئے جارہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو گننا اور اُن کا شکر کرنا، اُن کا احاطہ کرنا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

پس اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ سلوک آج بھی بڑی شان کے ساتھ پورا ہورہا ہے۔ ہر روز نہیں بلکہ ہر لحہ شکرگزاری کے نئے مضامین دکھاتے ہوئے گزرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو لے کر آتا ہے اور جب تک ہم اپنے اس مقصد کے ساتھ چمٹے رہیں گے جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے ہم یہ نظارے انشاء اللہ تعالیٰ دیکھتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں پر ہم کس طرح شکرگزار ہو سکتے ہیں، اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے''۔ پھر فرمایا: ''اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں تو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو، کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 49۔ ایڈیشن 2003ء)

پس اس شکرگزاری کے طریق کو ہم نے اپنانا ہے اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ انہوں نے بھی جو جلسوں میں شامل ہونے کے لئے جمع ہورہے ہیں اور انہوں نے بھی جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور اُن کے جلسے خیریت سے اختتام کو پہنچے۔ پس ہر احمدی جو جلسے میں شامل ہوا ہے اب اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہے اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے دنیا

کی کوئی طاقت نہیں ہے جو ہمارے غلبے میں روک ڈال سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے وعدے کے مطابق غلبہ تو انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمانا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم تقویٰ سے چمٹے رہے تو ہم بھی اُس غلبے کا حصہ بن جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت کو عطا فرمانا ہے۔

پس ہمیشہ ہر احمدی کو جو کینیڈا، امریکہ یا یورپ کے امیر ممالک میں رہتا ہے یا دنیا کے کسی بھی ملک میں رہتا ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے غلبے کے ہتھیار نہ مغربی ملکوں میں آنا ہے، نہ یہاں کی آسانیاں ہیں اور آسائشوں کے ساتھ یہاں رہنے میں ہے، نہ یہ غلبہ کسی دولت سے ہونا ہے، نہ یہ غلبہ کسی دنیاوی کوشش سے ہونا ہے بلکہ غلبے کے ہتھیار جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ میں بڑھنا ہے۔ اور اس تقویٰ میں بڑھنے سے یہ غلبہ ہونا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو سال کے چند دن لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے، اپنی جماعت کے افراد کو تقویٰ کی ٹریننگ دینے کا ارشاد فرمایا ہے، یہ اس لئے ہے کہ جو زنگ لگے ہیں وہ دھل جائیں۔ آپس میں مل کے بیٹھیں، ایک دوسرے کی باتیں سنیں، محبت اور پیار کی فضا پیدا ہو اور ایک نئے سرے سے ایک احمدی چارج ہو کر پھر اپنے مقصدِ پیدائش کے حصول کی کوشش کرے۔ اپنی علمی پیاس بجھائے، اپنی تربیت کے سامان کرے۔ روحانیت میں آگے بڑھنے کی طرف قدم بڑھائے۔ پس ایک ہفتہ بعد جرمنی والے بھی صرف جرمنی کے کامیاب اور بارونق جلسے کا صرف ذکر ہی باقی نہ رکھیں۔ صرف یہی یاد نہ رہے کہ فلاں مقرر کی تقریر اچھی تھی، فلاں نے نظم اچھی پڑھی، بلکہ جو کچھ سنا ہے اسے اب اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور یہی جذبہ ہے جسے لے کر کینیڈا اور امریکہ کے احمدی اپنے جلسوں کی کارروائی سنیں۔ جب یہ حالتیں ہوں گی تو ہم حقیقی رنگ میں اُس شکر گزاری میں شامل ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر یہ عرض کیا ہے کہ ''کس طرح تیرا کروں اَے ذوالمنن شکر وسپاس''۔ ہر لحظہ ہمیں خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اپنے دل و دماغ کو اسی آس سے تازہ رکھنا چاہئے۔ ہر لحظہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنی زبانوں کو تر رکھ کر اپنی شکر گزاری کا اظہار کرنا چاہئے۔ ہر لحظہ ہمیں اپنے عملوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھال کر اپنے جسم کے ذرّہ ذرّہ کو خدا تعالیٰ کا شکر گزار بنانا چاہئے اور پھر جب ہماری یہ حالت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنی رحمتوں اور فضلوں کی چادر میں مزید لپیٹ لے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ۔ پس تم میرا ذکر کیا کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ پس جب بندہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا کوئی عمل بغیر جزا کے نہیں جانے دیتا بلکہ کئی سو گنا تک جزا دیتا ہے۔ اُس سے بڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ ذکر کا وعدہ فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا کیا ہے؟ جب اللہ کہے کہ مَیں بندے کا ذکر کرتا ہوں تو وہ ذکر کیا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے انعامات سے نوازتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کے مسلسل ذکر کی وجہ سے اُسے اپنے انعامات سے نوازتا ہے اُسے یاد رکھتا ہے تو پھر نیکیاں بجالانے اور تقویٰ پر چلنے کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ نئے معیار قائم ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قریب کرنے کے نئے نئے راستے دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو ہر وقت یاد رکھتا ہے، مشکلات سے اُسے نکالتا ہے، آفات سے اُسے بچاتا ہے۔ پس بندہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اُسے سب طاقتوں کا مالک سمجھ کر اُس کی پناہ میں آنے کے لئے، اُس کی مدد حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''اَذْكُرْكُمْ'' کہ مَیں تمہارا ذکر کروں گا، تمہیں یاد رکھوں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندے کو انعامات سے نوازے گا، اُسے اپنی پناہ میں لے لے گا، اُس کے دشمن سے خود ہی نپٹے گا اور بدلے لے گا۔ اُس کے لئے ہر قسم کے رزق کے ایسے دروازے کھولے گا جس کا بندے کو وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور ایسے قرب پانے والے لوگ ہی ہیں جن کے خلاف دنیا والے ہزار کوشش کر لیں اُن کو اُن کے مقاصد کے حصول سے نہیں روک سکتے۔ پس جماعت احمدیہ کی ترقی ایسے ذکر کرنے والوں سے ہی خدا تعالیٰ نے وابستہ فرمائی ہے۔ اور یہی ذکر ہے جو ہر فردِ جماعت کی دنیا و آخرت سنوارنے والا بنے گا۔ اور اُس بندے کو حقیقی شکر گزار بنائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر کے مضمون کے ساتھ ہی شکر کا مضمون بھی جاری فرما دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یاد رکھنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بندے کو انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور پھر ان انعامات کو دیکھ کر جب بندہ شکر گزاری کا اظہار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ایک اور دَور شروع ہو جاتا ہے، ایک نیا سلسلہ انعامات شروع ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آخر میں پھر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھنا کبھی ناشکر گزاروں میں سے نہ ہونا، وَلَا تَكْفُرُوْنِ، کبھی ان نعمتوں کو ردّ کرنے والے نہ بن جانا۔ اب کون عقلمند ان تمام فضلوں اور نعمتوں کو دیکھ کر پھر اُنہیں ردّ کرنے والا بن سکتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسان لاشعوری طور پر اُن کو ردّ کرنے والا اور ناشکر گزار بن جاتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہیں کرتا تو بے شک وہ زبان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اظہار کرے لیکن عملی طور پر وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کا اظہار نہیں کر رہا ہوتا۔ دنیا

میں جب ایک انسان دوسرے انسان کی بہت زیادہ چاہت اور یاد دل میں بسائے ہوئے ہوتو اُس کے منہ کو دیکھتا ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ کس طرح مَیں اُس کی خواہشات کو پورا کروں؟ کب وہ کوئی بات کرے اور میں اُس پر عمل کروں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کی یاد کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اُس کے احکامات پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اُس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ صحیح استعمال بھی ضروری ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے وہ کیفیت طاری ہوتی ہے جو صحیح شکر گزاری کی کیفیت ہے جو تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر یہ حقیقی تقویٰ نہیں تو پھر یہ کفرانِ نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے ایسے راستے متعین کر دیئے ہیں جو شکر گزاری سے نکل کر خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والے بن جاتے ہیں، اُس کے ذکر سے نکل کر اُس کی شکر گزاری میں لاتے ہیں۔ پھر اُس کو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور یہی ایک مومن کی خواہش ہونی چاہئے اور ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔ پس یہ مضمون ہے جو ہر احمدی کو اپنے میں جاری کرنا چاہئے۔

اب مَیں جیسا کہ مَیں کہہ چکا ہوں جلسہ جرمنی کے حوالے سے چند باتیں کروں گا۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس دفعہ نئی جگہ تھی اس لئے جہاں بعض سہولتیں نظر آئیں اور آرام دِہ انتظام ہوا وہاں بعض خامیاں بھی رہ گئی ہوں گی بلکہ رہی ہیں لیکن یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے انتظامیہ کو بہت زیادہ موردِ الزام ٹھہرایا جائے اور پریشان کیا جائے۔ سو فیصد perfection تو کسی انسانی کام میں ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ کاملیت تو صرف خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے اس لئے انسانی کاموں میں بہتری کی ہر وقت گنجائش رہتی ہے اور اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا کے مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بندے کا کام ہے کہ عمل کرو۔ جو طریقے ہیں وہ اختیار کرو۔ اپنی کوشش پوری کرو پھر معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اور دعا کرو کہ باقی جو کمیاں رہ گئی ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو خود پورا فرمائے۔ اور پھر جو نتائج پیدا ہوتے ہیں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے شکر گزاری کی طرف بھی توجہ دلائی ہے تا کہ اِن خامیوں اور کمیوں میں مزید بہتری پیدا ہو سکے۔ جب انسان ایک چیز بہتر کرتا ہے تو اُس پر شکر گزاری کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اگلا قدم بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔ اور یہی سبق ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے عمل سے دیا ہے۔

بعض باتیں جو مَیں نے نوٹ کی ہیں یا جو مجھے بتائی گئیں اُن میں آئندہ بہتری کے لئے اُن کا ذکر کر دیتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں اُن لوگوں سے جو صرف تنقید کرنا جانتے ہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ حقیقت میں بہتری کے خواہش مند ہیں تو اِدھر اُدھر باتیں کرنے کی بجائے انتظامیہ کو اپنے مشورے دیں۔ اُن کو نقائص بتائیں جو آپ نے دیکھے اور کام کرنے والوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں آئندہ مزید بہتر رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انتظامیہ کو بھی کھلے دل کے ساتھ توجہ دلانے والوں کی باتوں پر غور کرنا چاہئے اور جلسے کی ایک لال کتاب ہوتی ہے جس میں تمام خامیوں کا ذکر ہوتا ہے اِن کمیوں کو جو حقیقت میں کمیاں ہیں اور جن کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے اُس میں ان کو تحریر کیا جانا چاہئے۔

ایک کمی جس کا انتظامیہ کو بھی احساس ہو چکا ہے وہ ماحول میں، مردانہ ہال میں بھی، زنانہ ہال میں بھی آواز کی گونج تھی جس کی وجہ سے پہلے دن میرا خطبہ ہال میں بیٹھے ہوئے تقریباً 1/4 حصہ لوگوں کو صحیح طرح سے سمجھ نہیں آ سکا یا وہ سن نہیں سکے۔ بعد میں انتظامیہ نے اس کی اصلاح کی کوشش بھی کی اور کچھ بہتری بھی پیدا ہوئی لیکن واضح بہتری پھر بھی نہیں تھی۔ اس لئے آئندہ سال یا تو ساؤنڈ سسٹم کو ٹھیک کرنا ہو گا یا سٹیج کی جگہ کو بدل کر ٹھیک کرنا ہو گا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، یا کوئی اَور نقص جو بھی ہے اُس کو معلوم کرنا ہو گا اور اُسے ٹھیک کرنا ہو گا۔ اس چیز کو دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر تو انتظامی لحاظ سے لوگوں کو خاموشی سے بٹھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر آواز نہ آ رہی ہو۔ مرد تو شاید خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں لیکن وہاں بھی جو چھوٹی عمر کے بچے ہیں، دس بارہ سال کے، وہ نہیں بیٹھ سکتے۔ مرد یا بیٹھے رہیں گے یا وہاں سے اُٹھ کر چلے جائیں گے۔ لیکن عورتوں کو اور خاص طور پر بچوں والے ہال میں عورتوں اور بچوں کو خاموش کروانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس دفعہ میں نے عورتوں میں ایک اچھی بات دیکھی ہے کہ کم از کم میری تقریر کے دوران باوجود اس کے کہ میری آواز واضح اُن تک نہیں پہنچ رہی تھی اور اس کے لئے کئی مرتبہ پیچھے بیٹھی ہوئی خواتین نے انتظامیہ کو پیغام بھی بھیجے کہ آواز کو درست کرو لیکن مجبوری تھی آواز ٹھیک نہیں ہو سکتی تھی، لیکن اس کے باوجود بڑی خاموشی اور تحمل سے خواتین بیٹھی رہیں اور اتنی خاموشی اور تحمل میں نے پہلی دفعہ جرمنی کی عورتوں میں دیکھا ہے۔ بعض کے نزدیک شاید اس کی یہ بھی وجہ ہو کہ ہال ایئر کنڈیشن تھے اور باہر گرمی تھی اس لئے بیٹھنا ہی بہتر تھا لیکن ہمیں حسنِ ظن سے بھی کام لینا چاہئے۔ عمومی طور پر جب سے میں نے لجنہ کو تقریباً تین چار سال پہلے یہ وارننگ دی تھی کہ اگر شور کیا تو اُن کا جلسہ نہیں ہو گا، بہتری کی طرف بہت زیادہ رجحان ہے۔ ایک نقص اس وجہ سے بھی پیدا ہوا کہ اس دفعہ بچوں کو بھی ایک ہی ہال میں بٹھا دیا گیا۔ گو پارٹیشن کی گئی تھی لیکن پردے سے آواز نہیں رُک سکتی اور بچوں کی جگہ پر ظاہر ہے کہ شور ہوتا ہے۔ یہ شور بعض دفعہ مین ہال (Mail Hall) میں بھی ڈسٹرب کرتا تھا۔ اس کا بھی آئندہ سال کوئی بہتر انتظام ہونا چاہئے۔ باقی کچھ اور چھوٹی موٹی کمیاں اور

خامیاں ہیں جن کو دور کرنے کی انتظامیہ کو آئندہ سال کوشش کرنی چاہئے اور لوگوں سے پوچھنا چاہئے کہ اگر انہوں نے کوئی چیز دیکھی ہے تو بتائیں تاکہ آئندہ سال بہتر انتظامات ہو سکیں۔ جلسے کی لال کتاب میں یہ درج کریں اور ان کی بہتری کے بارے میں جلسہ سالانہ کی جو کمیٹی ہے وہ غور کرے۔ ہمارے قدم ہمیشہ بہتری کی طرف بڑھنے چاہئیں۔ عمومی طور پر تو اللہ تعالیٰ یہ نظارے ہمیں ہر جگہ دکھاتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہتری کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور جو غیر مہمان جرمنی سے بھی اور دنیا کے مختلف ممالک سے خاص طور پر ہمسایہ ممالک سے آئے ہوئے تھے، اُنہوں نے اچھا تاثر لیا ہے، اُن کو تو ہمارے انتظامات بہت اچھے لگے ہیں لیکن اپنے اندر خامیاں تلاش کرتے ہیں تاکہ مزید بہتری پیدا ہو۔

مَیں نے مہمانوں میں سے جس سے بھی پوچھا ہے وہ انتظامات اور لوگوں کے آپس کے محبت اور پیار اور ڈیوٹی دینے والوں کے رویّوں سے بہت اچھا تاثر لے کر گئے ہیں۔ پس یہ جلسے بھی ہماری تبلیغ کا ذریعہ بنتے ہیں اس لئے ہر احمدی کو جیسا کہ مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ان دنوں میں خاص طور پر اس سوچ کے ساتھ رہنا چاہئے کہ ہم احمدیت کے سفیر ہیں، ہمارے نمونے ہیں جو دنیا نے دیکھنے ہیں۔ اس دفعہ بلکہ ہر دفعہ ہوتا ہے ہر جلسے پر، بعض بیعتیں بھی یہ سارا ماحول دیکھ کر ہوئی ہیں۔ بعض لوگ جو قریب تھے انہوں نے جب جلسے کا ماحول دیکھا اور لوگوں کے رویے دیکھے تو اُن پر اچھا نیک اثر ہوا اور انہوں نے بیعت کرنے کا اظہار کیا اور جلسہ کے بعد انہوں نے فوراً بیعت کر لی۔ لیکن ایک ایسا واقعہ بھی میرے علم میں آیا ہے کہ کسی کا بٹوہ چوری ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کچھ اور واقعات بھی ایسے ہوئے ہوں اور شرم کی بات یہ ہے کہ وہ جس کا بٹوہ چوری ہوا وہ نومبائع جرمن نوجوان تھا۔ اُس نے اس واقعہ کو اپنی تربیت کے اثر کے طور پر بیان کیا ہے۔ لیکن خدمتِ خلق کی ڈیوٹی دینے والوں کے لئے یہ بڑی فکر کی بات ہے۔ ایسے واقعات ہوتے تو ہیں لیکن اگر پوری نگرانی کی جائے اور اس جگہ تو پوری نگرانی ہو سکتی تھی تو ایسے واقعات کو کم سے کم کیا جا سکتا ہے بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ سو فیصد ختم کئے جائیں۔ اُس نوجوان نے تو جس کا میں ذکر کر رہا ہوں مجھے اس طرح بیان کیا تھا کہ مَیں بہت سخت غصے والا تھا، ہر چھوٹی چھوٹی بات پر مجھے غصہ آ جایا کرتا تھا اور بڑا لڑنے اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا تھا لیکن یہ سب باتیں احمدی ہونے سے پہلے کی تھیں۔ کہنے لگا کہ اگر مَیں سوچوں کہ میرے احمدی ہونے سے پہلے اگر میرے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہوتا اور میرا بٹوہ چوری ہو جاتا تو مَیں نے وہاں کھڑے ہوئے ہر شخص سے لڑنا تھا اور شور مچا کر انتظامیہ کی بھی بری حالت کر دینی تھی لیکن احمدیت نے مجھے صبر سکھایا ہے اور مَیں نے اس بات کو محسوس نہیں کیا۔ کہنے لگا یہ بہت بڑی تبدیلی ہے جو مَیں نے احمدی ہونے کے بعد اپنے اندر محسوس کی ہے کہ احمدیت کی وجہ سے انتہائی غصیلا ہونے والا شخص اتنا نرم ہو جائے۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ سبق ہے اُن احمدیوں کے لئے بھی جو لمبا عرصہ تربیت میں رہنے کے باوجود غصے پر کنٹرول نہیں رکھتے اور ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس احمدی ہونے کی ایک پہچان اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی بھی بنائیں کہ ہم احمدی ہیں، ہم نے اپنے جذبات کو کنٹرول رکھنا ہے، صبر کا مظاہرہ کرنا ہے۔

بہر حال جو بعض نقائص سامنے آتے ہیں اُس سے بعض تربیتی پہلو بھی نکل آتے ہیں، بعض سبق بھی مل جاتے ہیں۔ عمومی طور پر احبابِ جماعت نے جو تعاون کیا ہے اُس پر انتظامیہ کو بھی اُن کا شکر گزار ہونا چاہئے اور کارکنان نے جس محنت اور ذمہ داری سے عمومی طور پر اپنی ڈیوٹی دی ہے اُس پر شاملینِ جلسہ کو بھی اُن کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

جرمنی میں افرادِ جماعت میں عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ اخلاص و وفا کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں۔ اس کے نظارے مَیں نے جلسہ پر بھی دیکھے ہیں اور مختلف جگہوں پر مسجدوں کے افتتاح کے لئے گیا ہوں تو وہاں بھی دیکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص و وفا کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے۔ خاص طور پر نوجوانوں کو میں نے اخلاص میں بڑھا ہوا پایا ہے۔ جماعت میں کمزور لوگ بھی بیشک ہوتے ہیں لیکن ایک کمزور ہوتا ہے، ایک ٹیڑھا پَن دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سینکڑوں ہزاروں مخلص وفا شعار کھڑے کر دیتا ہے۔ ایسے لوگ کھڑے کر دیتا ہے جو اپنے نمونے دکھانے والے ہوتے ہیں۔ پس یہ خوبصورتی ہے جماعت احمدیہ کی جو آج ہمیں کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اس میں مزید نکھار پیدا کرتا چلا جائے۔

جلسہ کے حوالے سے ایک اہم کام وائنڈ اَپ (Wind Up) کا ہوتا ہے اور خاص طور پر اُس وقت جب جگہ محدود دنوں کے لئے کرائے پر لی گئی ہو اور اس دفعہ نئی جگہ کے حوالے سے یہ فکر بھی تھی کہ تمام جلسہ گاہ کو وقت پر سمیٹنا ہے تاکہ ایک تو رقم زیادہ خرچ نہ ہو اور اس کے لئے صرف دو دن تھے، نہیں تو زائد کرایہ دینا پڑنا تھا۔ دوسرے اس لئے بھی کہ اُن لوگوں پر جن سے اب تعلق بن رہے ہیں جماعت کا منفی اثر نہ پڑے۔ الحمدللہ کہ اندرونی ہال تو کارکنان اور احبابِ جماعت نے وقارِ عمل کر کے میری رپورٹ کے مطابق دو دن کے اندر خالی کر دیا ہے اور باہر کی جگہ میں گو ایک زائد دن لگ گیا لیکن جتنا وسیع انتظام تھا اُس لحاظ سے یہ بھی اچھے وقت میں ہو گیا۔ اس دفعہ جلسے کے پہلے کے وقارِ عمل میں بھی اور بعد کے وائنڈ اَپ میں بھی پاکستان سے نئے آئے ہوئے اسائلم لینے والوں کا بھی بہت بڑا طبقہ شامل ہوا ہے، انہوں نے بڑی محنت کی ہے۔ وہ ہمیشہ یہ یاد رکھیں، اُن اسائلم والوں سے مَیں کہتا ہوں کہ باہر آ کر اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ

جماعت کے بغیر اُن کی کوئی زندگی ہے؟ جماعت کے بغیر اُن کی کوئی زندگی نہیں ہے۔ شاید اس کے بغیر تھوڑی سی دنیا تو اُن کو مل جائے لیکن نسلیں برباد ہو جائیں گی۔ اس لئے ہمیشہ جماعت اور نظامِ جماعت سے جُڑے رہیں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ عمومی طور پر باہر سے آئے ہوئے غیر از جماعت مہمانوں نے بڑا اچھا اثر لیا ہے۔ وفود بھی مجھے ملے ہیں، افراد بھی ملے ہیں۔ جو بار بار آنے والے ہیں اُن کی نظروں میں پہچان اور محبت بڑھ رہی ہے، احمدیت کے قریب آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ جلد اُن کے سینے کھلیں اور وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو ماننے والے ہوں۔ الفضل میں رپورٹس شائع ہوں گی تو وہاں سے بھی کچھ تفصیلات لوگوں کو مل جائیں گی، اُن لوگوں کے تاثرات مل جائیں گے۔ بہر حال مختصر مَیں بھی بتا دیتا ہوں۔

ایک عیسائی دوست ہیں مالٹا سے اپنی اہلیہ کے ساتھ شامل ہوئے ہیں، دوسری دفعہ شامل ہوئے ہیں، پڑھے لکھے ہیں، اخبارات میں آرٹیکل لکھتے ہیں وہاں کی بعض حکومتی کمیٹیوں کے ممبر بھی ہیں۔ کہنے لگے مَیں نے تمہاری تقریروں سے بعض پوائنٹس نوٹ کئے ہیں اور انہوں نے ڈائری دکھائی کہ اُس پر وہ پوائنٹس نوٹ کرتے رہے ہیں۔ اور وہ کہنے لگے کہ اب ان پر جا کر مَیں لکھوں گا اور خاص طور پر مجھے کہا کہ تمہاری آخری تقریر مجھے بہت پسند آئی ہے، اُس کے بھی مَیں نے پوائنٹس لکھ لئے ہیں۔ اب آخری تقریر جو خالصتاً جماعتی تربیت کے لئے تھی اس میں بھی اُن کو اپنے لحاظ سے بعض باتیں مل گئیں۔

اسی طرح ایک عیسائی وکیل ہیں بلغاریہ سے آئے ہوئے، اکثر آتے ہیں۔ انہوں نے مستورات کی تقریر میں عورتوں کی تربیت اور طلاق خلع کے معاملات جو تھے اُن کو بڑے غور سے سنا اور اِن معاملات نے اُن کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ وکیل ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ مجھے تمہاری جماعت کی یہ بات بہت اچھی لگی ہے کہ صلح صفائی کے لئے تمہارے اندر بھی ایک نظام موجود ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تم نے بالکل صحیح بات کی ہے کہ برداشت بہت زیادہ کم ہوتی جا رہی ہے اور عمومی طور پر ساری دنیا میں ہی کم ہوتی جا رہی ہے، اور ظاہر ہے اُس کا اثر جماعت پر بھی پڑ رہا ہے۔ اس لئے ہمیں فکر بھی کرنی چاہئے کہ ہم ہمیشہ دنیا کے بداثرات سے بچے رہیں اور مجھے انہوں نے بتایا کہ عام طور پر ہمارے پاس بھی اب عدالتوں میں طلاق کے واقعات کے کیس بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں لیکن جو پسند اُن کو چیز آئی وہ یہی تھی کہ تمہارا تو ایک اندرونی تربیتی نظام بھی ہے۔ ہمارے ہاں وہ بھی نہیں ہے۔ پس غیر بھی باتوں کا اثر لیتے ہیں اور نوٹ کرتے ہیں اور یہ چیزیں اُن کی توجہ کھینچنے کا باعث بن رہی ہیں۔ مَیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا بہت شکر گزار ہوتا ہوں اور جماعت کو بھی شکر گزار ہونا چاہئے کہ اسلام کی تعلیم کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچانے کا کام اللہ تعالیٰ نے سپرد فرمایا ہے وہ لوگوں کی توجہ کھینچنے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ لیکن یہ بات ہمارے اُن لوگوں کو بھی توجہ دلانے والی ہونی چاہئے جو تقریروں پر بھی پوری توجہ نہیں دیتے، باتوں کو بھی غور سے نہیں سنتے اور اپنے کوئی معاملات ہوں، جھگڑے ہوں تو نظامِ جماعت کو چھوڑ کر دنیاوی عدالتوں کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ دنیا والے ہمارے طریق کو پسند کر رہے ہیں کہ یہ بڑا اچھا تربیتی طریق ہے۔

جرمن مہمانوں کے ساتھ ایک علیحدہ پروگرام بھی ہوتا ہے اس میں بھی مجھے اُنہیں مختصر طور پر اسلام کی تعلیم بتانے کی توفیق ملی۔ کیونکہ وہ پروگرام انگلش اور جرمن میں تھا اس لئے اُس مجلس میں سے جلسہ میں شامل ہونے والے بھی بہت کم شامل تھے اور شائد ٹی وی پر بھی بہت کم لوگوں نے یہ پروگرام دیکھا ہو لیکن اسلام کا جو پیغام اُن کو پہنچایا گیا، گو میری تقریر وہاں کچھ لمبی ہو گئی تھی لیکن بڑے تحمل سے اُن سب نے سنی اور دو چار وہاں سے اُٹھ کر گئے ہیں وہ بھی اجازت لے کر اور بڑی معذرت کے ساتھ کہ ہماری کچھ اور مصروفیات ہیں جہاں ہمارا پہنچنا ضروری ہے، تب گئے ہیں۔

ایک تاثر ایک مہمان کا بتا دیتا ہوں۔ جب میری تقریر ختم ہوئی ہے تو اُس نے ہمارے ایک احمدی کو کہا کہ مَیں نے اُس وقت گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ کافی وقت گزر چکا ہے لیکن تقریر اتنی دلچسپ تھی کہ مجھے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ پھر مجھے کسی نے امریکہ سے لکھا کہ اُن کے ایک امریکن دوست ہیں اُن کے ساتھ یہ بیٹھے سُن رہے تھے۔ وہ امریکن عیسائی دوست کہنے لگے کہ بڑی ربط والی اور بڑی دلچسپ باتیں تھیں بلکہ اُس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پوپ اس طرح نہیں کہہ سکتا یا نہیں کہتا، اُس کی تقریر ایسی نہیں ہوتی۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں اور اسلام کی برتری ہے اور قرآنِ کریم کی برتری ہے جو دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے۔ اس میں میری کوئی کوشش نہیں ہے یا کسی مقرر کی کوئی کوشش نہیں ہوتی۔ یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بھر دیا ہے اور یہ وہ بیان ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے سے ہم نے حاصل کیا اور آگے پہنچا رہے ہیں۔ جو نیک فطرت ہیں وہ اس کو تسلیم کرتے ہیں اور ان فضلوں کو دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔

احمدی طلباء لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسوسی ایشن سے بھی میری میٹنگ ہوئی تو اُنہیں بھی میں نے یہی کہا تھا کہ کسی قسم کے احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی بجائے قرآنِ کریم کو رہنما بنالو اور اپنی تعلیم کے میدان میں اور ریسرچ میں اس کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرو تو کوئی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بڑی اچھی

تعداد طلباء اور طالبات کی تعلیمی میدان میں آگے نکل رہی ہے۔ پس ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں اس ملک میں آکر تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ اب اُن کا فرض ہے کہ اس تعلیمی ترقی کو قرآنِ کریم کی تعلیم کے تابع رکھیں، اسلام کی تعلیم کے تابع رکھیں اور جماعت سے مضبوط تعلق پیدا کر کے اس کے لئے مفید وجود بنیں۔

ایم۔ٹی۔اے کا ذکر بھی پہلے ہونا چاہئے تھا وہ رہ گیا۔ ایم۔ٹی۔اے جرمنی کے کارکنوں نے بھی دن رات محنت کر کے جہاں اپنے لائیو (Live) پروگرام دکھائے وہاں وقفوں میں اپنے مختلف سٹوڈیو کے پروگرام بھی دکھاتے رہے اور وہ بڑے اچھے پروگرام تھے۔ لندن سے بھی کچھ نوجوان مدد کے لئے آئے ہوئے تھے اور سب نے مل کر جلسے کی کارروائی اور دوسرے پروگراموں کو دنیا تک پہنچایا ہے۔ ابھی تو میں سفر میں ہوں میں نے خطوط وصول نہیں کئے لیکن مجھے امید ہے ہمیشہ کی طرح جب میں انشاء اللہ لندن پہنچوں گا تو خطوط کا انبار ہو گا جو ایم۔ٹی۔اے کے لوگوں کو بھی، کارکنوں کے کام کو بھی سراہ رہے ہوں گے۔ اور اس کے لئے شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اس لئے میں پہلے ہی آپ تک پہنچا دیتا ہوں۔

ایم۔ٹی۔اے جرمنی نے اپنا ایک موبائل ٹرک بھی بنایا ہے جو ٹرانسمیشن کے لئے یا کنٹرول کے لئے ہے بہر حال اس میں کچھ گیجٹس (Gadgets) لگائے ہیں جو ان کے کام آ رہا ہے۔ وہ ایڈیٹنگ وغیرہ کے لئے اور دوسرے پروگراموں کے لئے بھی شاید کام آتا ہے وہاں کھڑا کیا گیا تھا۔ بہر حال جو بھی اُس کا مقصد تھا پہلے جو منہائم میں اپنا ایک پورا سسٹم ایک کمرے میں یا کمرہ نما ہال میں شفٹ کرتے تھے، وہ سارا سسٹم اب ان کے ٹرک میں لگ گیا ہے جس کو لے کر ہر جگہ جا سکتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم۔ٹی۔اے جرمنی نے بھی بڑی ترقی کی ہے اور بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کام کرنے والے کارکنان کو اور والنٹیرز کو جزا عطا فرمائے۔

اس دورہ میں جرمن جماعت کی ایک بات پہلی دفعہ دیکھنے میں آئی ہے کہ انہوں نے پڑھے لکھے لوگوں اور انتظامیہ اور سیاستدانوں سے رابطے خوب بڑھائے ہیں، میڈیا سے بھی رابطے بڑھے ہیں اور خدام الاحمدیہ نے خاص طور پر اور جماعت نے عموماً جماعت کا پیغام لیف لٹس (Leaflets) کے ذریعہ سے پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے` اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔ انہی رابطوں کا اثر ہے کہ مجھ سے بہت سے پڑھے لکھے لوگ اور ڈپلومیٹس (Diplomats) اور سیاستدان ملنے کے لئے آئے اور اِن کے رویّوں میں بڑا احترام بھی تھا۔ اسی رابطے کا نتیجہ ہے کہ ہمبرگ کے کونسل ہال میں وہاں کی ایک سیاسی جماعت ہے، گرین پارٹی، انہوں نے ایک فنکشن بھی ترتیب دیا جس میں اسلام کی تعلیم کی روشنی میں مجھے کچھ کہنے کا موقع ملا۔ مختلف مذاہب کے لوگ، مختلف طبقوں کے لوگ وہاں موجود تھے، اُن کے سامنے اسلام کی تعلیم بیان کی گئی۔ اسی طرح مَیں نے محسوس کیا ہے کہ لوگوں کی توجہ اسلام کی حقیقت جاننے کی طرف ہو رہی ہے۔ یہ کوششیں جو آپ لوگ لیف لیٹس (Leaflets) کے ذریعہ سے اور مختلف ذرائع اور وسائل کے ذریعے سے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اِن میں برکت ڈالے اور لوگوں کے سینے کھولے۔ ایک طرف اگر اسلام کے خلاف شدت پسندی کی لہر اُبھر رہی ہے تو دوسری طرف وسیع طور پر توجہ بھی پیدا ہو رہی ہے۔ پس اب افرادِ جماعت جرمنی کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی شکر گزاری کے طور پر ان رابطوں اور تعلقات کو آگے بڑھائیں اور تبلیغی کاوشوں کو مزید تیز کریں تا کہ جلد ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کے اثرات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ سالانہ امریکہ

عبدالکریم قدسی

شاملینِ جلسۂ امریکہ کو
شاعرِ لاہور کا پہنچے سلام

ہو مبارک دل کی گہرائیوں کے ساتھ
ہے دعا گو اک غلام ابنِ غلام

اس کے اغراض و مقاصد پائیں سب
برکتیں اسکی سمیٹیں صبح و شام

برکتوں کے ساتھ ہو آغاز بھی
برکتوں کے ساتھ ہی ہو اختتام

آنے والوں کا محافظ ہو خدا
خیریت سے گھر کو جائیں پھر تمام

اپنے مرشد کے رہیں طاعت گزار
ہم ہمیشہ ہوں خلافت کے غلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کے جوابات

تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ یوکے 2011

عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

(سورۃ الصف آیت9)

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کے جوابات

سامعین کرام!

اللہ تعالیٰ کی ازل سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اپنے فرستادے اور رسول مبعوث فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی نبی یا رسول آتا ہے۔ دنیا کے لوگ بالعموم اس کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا حسرةً علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہ یَسْتَھزِءُ وْن

(سورۃ یٰسٓ آیت 31)

وائے افسوس دنیا کے لوگوں پر کہ جب بھی ان کے پاس خدا کی طرف سے کوئی رسول بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کرتے ہوئے اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

لیکن اس انکار اور استہزاء کے باوجود خدا کے نبی کا پیغام جو حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے۔ بالآخر دنیا میں پھیلتا اور غالب آتا چلا جاتا ہے۔ جو آیت کریمہ شروع میں تلاوت کی گئی ہے اس میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخالفین چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام پر اعتراضات کا سلسلہ آپ کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ آپ نے ان اعتراضات کے جوابات ساتھ کے ساتھ اپنی کتب میں شائع فرمائے مگر جھوٹ پر زندگی بسر کرنے والے نام نہاد علماء کا گروہ اپنی ڈگر پر قائم رہا اور ان اعتراضات کو نئے نئے رنگ دے کر بار بار دہراتا رہا۔ آج اس دور میں آ کر تو ان علمائے سوء نے شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکال دیا ہے۔ گوئبلز کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے اور بولتے چلے جاتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کی صداقت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جس میں آپ نے چودھویں صدی کے ایسے علماء کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق قرار دیا اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا کہ آنے والے مسیح اور امام مہدی کی سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے اُس زمانہ کے یہی خودساختہ اور نام نہاد علماء ہوں گے۔

آج مسلمان شرفاء کی ایک بڑی تعداد ان کے جال میں پھنسی ہوئی ہے جن کو یہ لوگ جھوٹے اعتراضوں کے ذریعہ احمدیت کے آسمانی نور سے دور رکھنے میں کوشاں ہیں۔ جھوٹ کو شیرِ مادر کی طرح پینے والوں نے تو اپنے دلوں پر، اپنے کانوں پر اور اپنی آنکھوں پر ضلالت اور تکذیب کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ خدا اُن کو بھی ہدایت دے لیکن آج ہمارے اولین مخاطب وہ شریف النفس مسلمان بھائی ہیں جو سچے دل سے حق کے متلاشی ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جو اعتراضات حضرت بانیء سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کئے جاتے ہیں ان کی اصل حقیقت کیا ہے؟

اعتراضات کی طرف جانے سے قبل یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ مخالفین کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر بے شمار اعتراضات کئے جاتے ہیں اس وجہ سے وہ اپنے کسی بھی دعویٰ میں سچے نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جن گزشتہ نبیوں کو یہ مخالفین سچا سمجھتے ہیں اور من جانبِ اللہ یقین کرتے ہیں۔ کیا ان کی زندگیاں مخالفین کے اعتراضات سے محفوظ تھیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ حق یہ ہے کہ محض اعتراض کا ہونا کسی سچے کی صداقت کو داغدار نہیں کرتا۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر سچا نبی مخالفین کے اعتراضات کا نشانہ بنا۔ اگر مخالفین کے سب اعتراضات کے باوجود گذشتہ سب نبی سچے تھے اور یقیناً سچے تھے تو اسی اصول کے مطابق بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام بھی مخالفین کی ہر ہرزہ سرائی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ایک سچے نبی ثابت ہوتے ہیں۔ اور آپ کی صداقت غیر معمولی شان کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

''میں بار بار کہتا ہوں اگر یہ تمام مخالف مشرق اور مغرب کے جمع ہوجاویں تو میرے پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس اعتراض میں گزشتہ نبیوں میں سے کوئی نبی شریک نہ ہو''

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22 صفحہ575)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر کئے جانے والے اعتراضات پر ایک اجمالی نظر کی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ اعتراضات ہرگز سچائی اور دیانت داری پر مبنی نہیں۔ بلکہ ان کے پیچھے احمدیت کی اندھی عداوت، بغض اور شرارت کارفرما ہے۔ مخالفینِ احمدیت جب احمدیت کی تائید میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کے ٹھوس دلائل کے جوابات سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اس مذموم کوشش میں وہ قرآنی اصولوں سے ہٹ کر خود ساختہ معیاروں کو اپناتے ہیں۔ حوالہ جات میں تحریف کے علاوہ ان کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام کی اپنی بیان فرمودہ تشریحات کو پڑھنے کے باوجود اپنے جھوٹ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہوئے اس بات کی بھی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی زد قرآن مجید اور حبیب خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ پر پڑتی ہے۔ احمدیت کی روز افزوں ترقیات دیکھ کر ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ مایوسی اور حسد کی آگ نے ان کا اندرونہ خاکستر کر دیا ہے۔ نہایت بے باکی اور گستاخی سے دن رات اپنے نامہء اعمال کو سیاہ کرتے چلے جارہے ہیں۔ درحقیقت وہ اپنے عمل سے خدائی پکڑ کو دعوت دے رہے ہیں۔ احکم الحاکمین خدا ان کو پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ ہم اپنے محبوب آقا محمد عربی ﷺ کی اقتداء میں یہی کہتے ہیں کہ :

اللّٰھمَّ اھد قومی فانھم لا یعلمون

حضرات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر، آپ کے بیان کردہ عقائد پر، آپ کے الہامات پر، آپ کی پیشگوئیوں پر اور آپ کی تحریرات پر بے شمار اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ لیکن تقریر کے موضوع اور وقت کی مناسبت سے میں صرف چند ایسے اعتراضات کو لوں گا جو آپ کی ذاتِ اقدس سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ ایک اعتراض آپ کے نام کے حوالہ سے کیا جاتا ہے کہ آپ کا نام مرزا غلام احمد ایک مرکب نام ہے جبکہ نبی کا نام مفرد ہونا لازمی ہے۔ یہ اعتراض ایک خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث میں۔ ظاہر ہے کہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں تراشے گئے اس اعتراض کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ ویسے بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ بھلا نبی کے نام کے مرکب یا مفرد ہونے سے اس کی نبوت یا صداقت کا کیا تعلق؟ علاوہ ازیں واقعاتی طور پر بھی یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ہر ایک کا نام مفرد تھا؟ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن انبیاء کے نام واضح طور پر مذکور ہیں وہ بھی سب مفرد نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام اور حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے اسماء مرکب ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چار لفظوں سے مرکب نام تو خود خدا تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا امتیازی نام احمد ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی الہامات میں آپ کو یَـــا اَحْمَدُ کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔

☆ ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ملازمت اختیار کی جبکہ یہ بات شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کی بنیاد بھی ایک خود ساختہ اصول پر ہے۔ مخالفین نے یہ بات کہاں سے بنالی کہ نبی کیلئے ملازمت اختیار کرنا جائز نہیں۔ قرآن اور حدیث میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ دیکھا جائے تو قرآن وحدیث میں اس کی تردید میں معین مثالیں نظر آتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نوکری کرنے کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے بلکہ اس حد تک ذکر ہے کہ عزیز مصر کی طرف سے ملازمت کی پیشکش ہونے پر خود اپنی خواہش سے مالیات کے شعبہ کا انتخاب کیا۔

دوسری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے خسر کے ملازم کے طور پر آٹھ دس سال تک بکریاں چرانے کا معاہدہ کیا اور پھر اس کو پورا کیا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی دعویٰ نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی معاملات کی نگرانی فرماتے رہے۔ علاوہ ازیں چھوٹی عمر میں معمولی معاوضہ لے کر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری شریف میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔

کنتُ ارعَا ھَاعلی قراریطَ لاھلِ مکّۃَ۔

ان واضح مثالوں کی موجودگی میں ملازمت پر اعتراض کرنا بالکل بے بنیاد اور بے سند ہے۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار سال تک سیالکوٹ کی ایک عدالت میں کام کرنے کا تعلق ہے یہ آپ کی اپنی مرضی اور خواہش سے نہ تھا بلکہ محض اپنے والد محترم کے پر زور اصرار پر، ان کے حکم کی اطاعت کے طور پر تھا۔ ایک گھریلو ملازم نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ ملازمت پسند ہے تو فرمایا "قید خانہ ہی ہے"۔ یہ عرصہ آپ نے بہت مجبوری سے گزارا۔ مگر نہایت پاکدامنی اور دیانت داری سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ اور جونہی آپ کو والد صاحب کی طرف سے واپسی کی اجازت ملی آپ فوراً ملازمت چھوڑ کر قادیان واپس آ گئے۔

☆ ایک اور اعتراض جس کی بازگشت بکثرت سنائی دیتی ہے آپ کے تعلیم پانے سے متعلق ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد اس مفروضہ پر اٹھائی جاتی ہے کہ جس کو خدا نبی کے طور پر بھیجتا ہے وہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا اور نہ کسی سے تعلیم پاتا ہے جبکہ حضرت مرزا صاحب نے متعدد اساتذہ سے تعلیم پائی۔

یہ اعتراض بناء الفاسد علی الفاسد کی بہترین مثال ہے۔ معترضین کا پہلا مفروضہ ہی غلط ہے کہ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا اور وہ کسی سے علم حاصل نہیں کرتا۔ معترضین یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جملہ انبیاء کرام میں سے ہمارے آقا و مولیٰ، ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ واحد نبی ہیں جن کی امتیازی صفت النبیّ الامّی بیان ہوئی ہے۔ اگر یہی بات کسی اور نبی کے لئے تسلیم کی جائے تو آپ ﷺ کا امتیازی نشان اور انفرادیت قائم نہیں رہتی۔ ہمارے مخالفین کی نادانی کی انتہا ہے کہ جس امتیاز کو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے ساتھ مخصوص فرمایا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نشانہ اعتراض بنانے کے لئے وہ اسی خصوصی امتیاز کو جملہ انبیاء کے نام لگا رہے ہیں!

یہ خود ساختہ مفروضہ واقعاتی اعتبار سے بھی بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے۔ آپ نے حضرت خضر سے کہا تھا:

هَل اتبعک علی ان تُعَلِّمَنِی مماعُلِّمتَ رُشداً

(سورۃ الکھف آیت 67)

کیا میں اس غرض سے آپ کی پیروی کرسکتا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم پڑھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اور پھر ایک عرصہ تک آپ ان کے ساتھ رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ میں بخاری شریف میں ذکر ہے: تعلّم العربیة منهم

کہ انہوں نے جُرہم قبیلہ کے افراد سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

ویسے بھی پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم السلام کے پڑھے لکھے ہونے کا ذکر احادیث اور تفاسیر کی کتب میں ملتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ نبی تعلیم نہیں پاتا خود اپنی جہالت پر مہر لگانے والی بات ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کسی سکول یا کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ البتہ قرآن مجید، صرف ونحو، منطق اور حکمت کے چند ابتدائی اسباق بعض اساتذہ سے لئے لیکن روحانی امور میں آپ کا معلّمِ حقیقی آپ کا خدا تھا جس نے آپ کو قرآن مجید کے گہرے مطالب اور علم ومعرفت کے خزانے عطا فرمائے۔ عربی زبان کے 40 ہزار مادے ایک رات میں سکھا دیئے۔ الغرض آپ نے جملہ علوم و معارف براہِ راست اللہ تعالیٰ سے پائے اور اپنے آقا ومقتداء حضرت محمد عربی ﷺ کی شاگردی کی برکت سے روحانیت کے سب اسرار آپ کو عطا فرمائے گئے۔ آپ نے کیا خوب فرمایا ہے:

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

سچی بات یہ ہے کہ حقیقت میں میرا کوئی اور استاد نہیں۔ میں نے جو کچھ پایا وہ سب کا سب اپنے آقا محمد عربی ﷺ کی درسگاہ سے پایا ہے!

☆ ایک اور اعتراض بہت شد و مد سے اٹھایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فریضہ حج کیوں ادا نہیں کیا؟

جہاں تک بیت اللہ کے حج کا تعلق ہے جماعت احمدیہ، اسلام کے ایک بنیادی رکن کے طور پر اس پر کامل یقین رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزارہا احمدی اس فریضہ کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جن میں مسیح پاک علیہ السلام کے دو خلفاء، آپ کے صحابہ اور جماعت احمدیہ کے بزرگان شامل ہیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ فریضہ بعض شرائط سے مشروط ہے جیسا کہ قرآن مجید نے من استطاع الیه سبیلاً میں فرمایا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"حج کرنے کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 248)

علماء کے فتاویٔ قتل کی وجہ سے چونکہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے لئے

امن اور حفاظت کے ساتھ حج ادا کرنے کی صورت میسر نہ تھی۔ مختلف عوارض کی وجہ سے آپ کی صحت بھی اس لمبے سفر کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ اس وجہ سے آپ پر حج کرنا ان حالات میں فرض نہ تھا اور اپنے محبوب آقا و مقتداء ﷺ کا بابرکت نمونہ بھی آپ کے پیش نظر تھا کہ جب کفار مکہ نے آپؐ کو مکہ میں داخلہ سے قبل حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تو آپؐ اس وجہ سے کہ اب بحفاظت پر امن طریق پر جانے کی صورت نظر نہیں آتی، زبردستی آگے نہیں بڑھے اور وہیں سے واپس ہو گئے۔ اس اسوۂ رسول کی روشنی میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی خود فریضہء حج ادا نہیں فرمایا البتہ آپ کی طرف سے حاجی احمد اللہ صاحب نے حج بدل ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ہمارے مخالفین کو یہ بھی یاد رہے کہ شریعت کے جو احکام شرائط سے مشروط ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ کر سکے تو وہ ہرگز مورد الزام نہیں ہوتا۔ کوئی ان معترضین سے پوچھے کہ کیا رسول پاک ﷺ نے کبھی زکوٰۃ ادا کی؟ اگر ان کا جواب ہو کہ آپ ﷺ پر آپ کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے صاحبِ نصاب ہونے کی شرط کبھی پوری ہی نہیں ہوئی اس لئے آپ ﷺ نے زندگی بھر زکوٰۃ ادا نہیں فرمائی تو اس اعتراض کے حوالہ سے ہمارا جواب بھی وہی ہے جو ان کا جواب ہے۔

☆ حضرت اقدس کی ذات پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے شعر کہے ہیں جبکہ شعر کہنا انبیاء کا طریق نہیں۔

معترضین کا طریقہء واردات بہت عجیب ہے۔ پہلے خود ہی ایک اصول وضع کر لیتے ہیں اور پھر مسیح پاک علیہ السلام کی ذات کو نشانہء اعتراض بنا کر کہنے لگ جاتے ہیں کہ چونکہ یہ بات اس اصول کے خلاف ہے اس لئے آپ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو سکتے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا شعر کہنا قرآن وحدیث کی رو سے منع ہے؟ وہ اس کی کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ دراصل یہ ایک خود تراشیدہ معیار ہے جو اپنی ذات میں ہی ردّ کرنے کے لائق ہے۔

اس موضوع پر بات ہو تو بعض لوگ تحریف سے کام لیتے ہوئے ایک آیت کا نصف حصہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ

وَمَا علّمناہ الشِعْرَوَما ینبغی لَہ'

(سورۃ یٰسٓ آیت 20)

کہ ہم نے اس رسول کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی اسے زیب دیتا تھا۔ اگر وہ دیانتداری سے پوری آیت پر نظر کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور پورا مضمون کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان ھو الاّ ذکرٌو قرآنٌ مبینٌ

یہ تو محض ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ اس آیت میں قرآن مجید کے شعر ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ یہ قرآن کریم کسی شاعر کا کلام نہیں۔ گویا نہ رسول مقبول ﷺ شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن مجید شعر ہے۔ دراصل عربی محاورہ میں شعر کا لفظ جھوٹے کلام کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انہی معنوں میں اس الزام کا رد کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں بھی ہرگز کوئی جھوٹ شامل نہیں ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ شاعری ایک خوبصورت اندازِ بیان اور خداداد ملکہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے ان من الشعر لَحِکمۃً کہ بعض شعر حکمت پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ دربار نبوی کے شاعر تھے اور رسول پاک ﷺ کی موجودگی میں اپنا پرحکمت کلام سنایا کرتے تھے۔ خود رسول پاک ﷺ نے بھی بعض موقعوں پر شعری انداز میں پرحکمت ارشادات فرمائے۔ غزوہء حنین کے موقع پر آپ نے فرمایا:

انـــاالـنّــبــی لـاکــذب
انـــا ابــن عبــد الــمـطّــلــب

ایک اور موقع پر فرمایا:

ان انــتِ الّا اصبــع" دُمَیــتِ
و فــی سبیــل اللّــہ مَا لقیتِ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعری کلام بھی اسی سنت نبوی کی طرز پر، حکمت ودانائی اور نیک مقصد پر مشتمل تھا۔ آپ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے حوالہ سے اٹھائے جانے والے بہت سے اعتراضات ایسے ہیں جو بشری کمزوریوں، طبعی عوارض اور بیماریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل کے علماء سوء ان باتوں کو کذب بیانی اور مبالغہ کے ساتھ، شوخی کے اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ ان بدنصیب لوگوں کے دل پر خدا کے خوف اور تقویٰ کا سایہ تک نہیں پڑا۔

ان اعتراضات کو الگ الگ لینے سے قبل یہ بنیادی بات سمجھنے کے لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبی بشریت میں دیگر سب انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں کتنا واضح اعلان آنحضرت ﷺ کی زبانی کروایا گیا کہ قل انّما انا بَشَرٌ مثلکم (سورۃ الکھف آیت 111) کہ اے لوگو! میں تمہاری طرح کا ایک انسان

ہوں۔ پس اگر ایک نبی کو بعض صورتوں میں دیگر انسانوں کی طرح بعض عوارض لاحق ہو جائیں تو اس پر اعتراض کرنے کا ہرگز کوئی جواز نہیں۔ بھلا ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ کیا ہمارے پیارے آقا، حبیب خدا ﷺ بشری تقاضے کے تحت بعض جسمانی عوارض میں سے نہیں گزرے تھے؟ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری کے ادوار نہیں آئے تھے؟ بہت ہی جاہل اور نادان ہو گا جو ان باتوں کو وجہ اعتراض بنائے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تو یہ عوارض وجہ اعتراض کی بجائے آپ کی صداقت کا نشان ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہمارے پیارے آقا محمد عربی ﷺ نے فرمایا ہے کہ آنے والا موعود مسیح دو زرد چادروں میں ظہور فرمائے گا۔ علم تعبیر کی رو سے زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور ان بیماریوں کو سچے مسیح موعود کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ آپؑ نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ ان میں سے ایک بیماری دوران سر کی تکلیف ہے اور دوسری ذیابیطس کی۔ پس حدیث نبوی کی رو سے جو بات دلیل ہے آپ کی صداقت کی، اس پر معترضین کا اعتراض کرنا خود ان کی لاعلمی اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ اعتراض اصدق الصادقین کی سچی پیشگوئی کا کھلم کھلا انکار نہیں؟

حضرات! یہاں ایک ضمنی لیکن اہم بات قابل ذکر ہے کہ جب اعتراضات کے جواب میں ہم اپنے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات اور آپ کی مبارک زندگی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے معاندین کو بہت ہی ناگوار گزرتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ان مثالوں کو سن کر ایک سچے مومن کی طرح سر تسلیم خم کر دیں اور اپنی غلطی کو تسلیم کر کے خاموش ہو رہیں، یہ لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم لوگ رسول پاک ﷺ کی مثالیں کیوں دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ ہم تو اُسی محبوب ہستی کی مثالیں دیں گے اور اسی کے ارشادات کا حوالہ دیں گے جو حبیب کبریا ہے، جو اسوۂ حسنہ ہے اور ہمارا سب سے زیادہ پیارا اور محبوب آقا ہے۔ ہم تو یہی کریں گے اور کرتے رہیں گے ولو کرہ الکافرون ہاں اگر انہیں محبوب خداؐ کی مثالوں سے چڑ ہے تو یہ ان کی بدنصیبی ہے۔

جسمانی عوارض کے سلسلہ میں ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو مراق یعنی جنون تھا۔ حالانکہ یہ بات کلیتہً بے بنیاد ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو مراق کا عارضہ تھا۔ دوسروں کا کہنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ انبیاء کے دشمن تو ہمیشہ نبیوں کو یہی الزام دیتے آئے ہیں۔

أئنا لتارکوا اٰلھتنا لشاعر مجنون

(سورۃ الصٰفٰت آیت 37)

آج اگر دشمنانِ احمدیت بھی یہی الزام دہراتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

طبی لحاظ سے مراق کا شمار امراض خبیثہ میں ہوتا ہے یعنی ایسے امراض جو لوگوں کے لئے نفرت کا موجب ہوں جیسے جنون۔ مالیخولیا اور جذام وغیرہ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان امراض خبیثہ سے حفاظت کا وعدہ دے رکھا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے:

"اس (خدا) نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر یک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا"

(اربعین نمبر 3۔روحانی خزائن جلد 17صفحہ419)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کے مطابق آپ کو ان امراض سے محفوظ رکھا۔ اور یہ امر آپ کی صداقت کا نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نسیان کے بعض واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن یہ بات ایسی ہے جو منصب نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ میں اس جگہ ایک بار پھر رسول مقبول ﷺ کی مثال دوں گا جس سے دشمنانِ احمدیت کو چڑ ہے لیکن ہمارے لئے سند اور حجت اگر کوئی مثال ہے تو وہ رسول اکرم ﷺ کی ہے۔ آپؐ کی حیات طیبہ میں نماز پڑھاتے وقت رکعات کی تعداد میں کمی بیشی کا ذکر ملتا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کان یُخیّل الیه انه یَفْعَل الشیئَ وَمَایَفْعَلُه

(بخاری کتاب بدءِ الخلق)

کہ کئی دفعہ آپ کو خیال گزرتا تھا کہ گویا کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ نہ کیا ہوتا تھا۔ خود رسول پاک ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: انما انا بشر انسٰی کما تنسون (مسند احمد) کہ میں بھی تو ایک انسان ہوں۔ تمہاری طرح بعض اوقات میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس اس بات کو وجہِ اعتراض بنانا محض تعصب اور نادانی ہے۔

حضرات! جھوٹ اور مبالغہ تو مخالفین احمدیت کی گھٹی میں پڑا ہے۔ جس اعتراض کو دیکھو اس میں جھوٹ۔ جس الزام پر نظر کرو اس میں مبالغہ۔ ذرا ایک اور مثال دیکھئے۔ یہ ظالم مخالفینِ احمدیت حضرت مسیح پاک علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ کو دن میں سو سو بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی۔ اصل حقیقت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سے خوب واضح ہو جاتی ہے کہ ایسا کبھی کبھی ذیابیطس کی شدت میں ہوتا تھا نہ کہ ہر روز کا معمول۔ لیکن معاندین احمدیت کو تسلی نہیں ہوتی جب تک ہر بات میں جھوٹ اور مبالغہ کو شامل نہ کر لیں۔

سامعین کرام! مخالفینِ احمدیت کے بے بنیاد اعتراضات کے تناظر میں سب سے اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ بشری عوارض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح اور

مہدی کو کس طرح غیر معمولی رنگ میں فعال اور مفید زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کا مقصد احیائے اسلام اور اشاعتِ دینِ متین تھا۔ اس مقصد کی خاطر عملاً آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف تھا۔

خدائے رحیم و کریم نے آپ کی دونوں بیماریوں کو آپ کی صداقت کا نشان بنا دیا اور پھر مزید کرم یہ ہوا کہ آپ کو آ قائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بیماریوں کے بداثرات سے محفوظ رکھا۔ کوئی بیماری آپ کی خدمتِ اسلام کی راہ میں روک نہ بن سکی۔ خدمت اسلام کی غیر معمولی اور نمایاں توفیق آپ کو عطا ہوئی۔ صرف ایک پہلو کا اشارہ کرتا ہوں۔ اسلام کے دفاع میں آپ کو 90 کے قریب بلند پایہ تصانیف کی توفیق ملی۔ آپ زندگی کے آخری مرحلہ تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ آپ نے ان کتب کا ایک ایک لفظ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔ اس قلمی جہاد میں غیر معمولی کامیابی کے ساتھ جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو مخالفین نے آپ کو ایک فتح نصیب جرنیل کے الفاظ سے یاد کیا۔ کیا یہ سب امور خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے آپ پر غیر معمولی فضل اور آپ کی صداقت کا روشن نشان نہیں؟

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ اسلامی تعلیم تو یہ ہے کہ ہمیشہ دوسروں کی نیکیوں اور خوبیوں کی تلاش میں رہو لیکن مخالفین احمدیت اس خدائی حکم کے بالکل برعکس حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی زندگی کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر خرابیوں اور قابل اعتراض باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اُس مکھی کی طرح جو اچھی، صاف اور پاکیزہ چیزوں کو چھوڑ کر غلاظت پر منہ مارتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تعصب کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو ہر بات قابل اعتراض نظر آتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی حیات طیبہ عطا فرمائی جس کو آپ نے ایک عظیم الشان دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آیت کریمہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون کو بنیاد بناتے ہوئے آپ نے کس تحدی سے بیان فرمایا ہے:

"تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے۔ جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

اس امر کا برملا اعتراف اُس زمانہ کے عمائدین نے بھی کیا۔ بچپن کی حالت میں آپ کو ایک ولی اللہ اور صاحب کرامت بزرگ غلام رسول صاحب نے دیکھا تو فرمایا:

"اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے"

(حیات طیبہ صفحہ 11)

مشہور مسلمان لیڈر مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کے والد منشی سراج الدین صاحب نے گواہی دی:

"ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے"

(اخبار زمیندار مئی 1908)

اور جب آپ بانیلِ مرام اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مشہور اخبار وکیل امرتسر نے لکھا:

"کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی"

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908)

حضرات! یہ منہ بولتی گواہیاں ہیں جو آپ کی صداقت اور پاک زندگی پر گواہ ہیں۔ اور مخالفین کے سب اعتراضات کا منہ توڑ جواب ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز زندگی اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بہت سادہ اور تکلفات سے پاک تھی۔ خدا کے پاک لوگوں کا یہی انداز ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس دنیا کے باسی نہیں ہوتے۔ وہ اپنی پاکیزہ سوچوں کے ساتھ کاموں میں ہمہ وقت اس قدر گم رہتے ہیں کہ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز ہو جاتی ہیں جبکہ دنیا دار لوگ اپنے لباس کی تراش خراش اور زیب و زینت میں الجھے رہتے ہیں۔

معاندین احمدیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس نوعیت کے چند واقعات پر بھی طعن و تشنیع کی ہے مثلاً یہ کہ بعض اوقات جوتا پہنتے وقت جوتا الٹا پہنا گیا یا قمیص کے بٹن اوپر نیچے لگ گئے۔ عقل مند شریف انسان تو ان باتوں کو طبیعت کی سادگی اور محویت سے تعبیر کرے گا۔ یہی تو خدا تعالیٰ کے مقربین کی علامت ہے۔ انقطاع الی اللہ کی پاکیزہ حالت کی وجہ سے دنیاوی رکھ رکھاؤ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ محویت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انہیں ان باتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں رسول پاک ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان مذکور ہے کہ ما انا من

المتکلفین (سورۃ صٓ آیت 87) کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسوۂ مبارکہ میں نظر آتی ہے۔ آپ کا طرز عمل دنیاوی تکلفات سے بہت بالا تھا۔ مگر کم ظرف ناقدین ہیں کہ ایسی باتوں کو اچھالتے رہتے ہیں اور اس طرح خود ہی اپنی پست ذہنیت کی پردہ دری کرتے ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے خلاف ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام امرتسر میں تقریر فرما رہے تھے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور آپ نے تقریر کے دوران چائے پی لی۔ اس اعتراض کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق سفر میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔ قرآن مجید میں بھی واضح حکم ہے اور بخاری و مسلم میں واضح حدیث ہے

لیس من البرّ الصیام فی السفر

کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ خود رسول مقبول ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ بخاری میں مذکور ہے کہ ماہ رمضان میں رسول پاک ﷺ سفر میں تھے تو آپ نے پانی کا برتن دونوں ہاتھوں سے بلند فرمایا تا کہ سب لوگ آپ کو پانی پیتا دیکھ لیں (بخاری کتاب الصیام) حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے آقا و مطاع ﷺ کی سنت پر عمل فرمایا تو پھر اس پر اعتراض کیسا؟

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بائیں ہاتھ سے پانی پیا اور یہ بات شرعی احکام کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک بنیادی اصول بیان فرمایا ہے کہ لا یکلف اللّٰہ نفساً الّا وسعھا (البقرۃ آیت 287) کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ پس اگر کوئی بات ایسی ہو کہ کوئی شخص واقعی اسے بجا نہ لا سکتا ہو تو اس پر حرف گیری کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ چھوٹی عمر میں گرنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اس وجہ سے آپ کو پانی کا برتن اٹھانے میں دقت تھی۔ اس جائز مجبوری کی وجہ سے اگر آپ نے کسی موقع پر بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا تو اس پر کیا اعتراض؟

(سیرت المھدی حصہ اوّل روایت نمبر 187)

☆ حضرات! بعض چھوٹے چھوٹے اعتراضات کو چھوڑتے ہوئے اب ہم ان اعتراضات کی طرف آتے ہیں جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے ہے۔ یہ وہ اعتراضات ہیں جو مخالفینِ احمدیت شرم و حیا اور خدا خوفی کے دامن کو تار تار کرتے ہوئے بہت بدزبانی سے کرتے ہیں۔

☆ اس ضمن میں پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کا الہام تھا کہ " ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ الہام درج کیا ہے اسی جگہ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ:

" اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی جیسا کہ دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ 503 الہام 14 جنوری 1906)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جو تشریح خود بیان فرمائی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پورا فرما دیا۔ اس تشریح کو چھوڑ کر اس پر اعتراض کرنا جانتے بوجھتے حق و صداقت اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

☆ پھر کہا جاتا ہے کہ آپ نے لکھا تھا کہ میری عمر 80 سال ہوگی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ بھی جھوٹ اور مغالطہ کی ایک شرمناک مثال ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک (تذکرہ صفحہ 149) کہ تیری عمر 80 سال یا اس کے قریب ہوگی۔ پھر ایک اور الہام میں یہ وضاحت آئی کہ "اسّی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم" (حقیقۃ الوحی صفحہ 100)

امر واقعہ یہ ہے کہ ان الہامی خبروں کے عین مطابق حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا وصال 75-76 سال کی عمر میں ہوا۔

☆ پھر ایک اعتراض حضرت اقدس کی وفات کی جگہ کے حوالہ سے کیا جاتا ہے جو سر تا پا جھوٹ اور بے بنیاد ہے۔ اس کا مختصر جواب قرآنی الفاظ میں یہ ہے:

ھذا بھتان عظیم اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

کسی بھی واقعہ میں چشم دید گواہوں کی شہادت کی اولیت قانون کی دنیا میں ایک مسلم اصول ہے۔ حضرت اقدس کے بسترِ علالت پر وصال اور اُس وقت کی کیفیت کے بارہ میں خاندان کے بزرگ افراد اور صحابہ کرام کی عینی گواہیاں پوری تفصیل کے ساتھ تاریخ احمدیت میں مذکور ہیں اور اُس وقت سے شائع شدہ ہیں۔ اس کے باوجود جھوٹ اور افتراء کی نجاست پر منہ مارنے والوں پر رسول مقبول ﷺ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے

کفٰی بالمرء کذباً ان یحدّث بکل ما سمع (صحیح مسلم)

کہ کسی کے جھوٹے ہونے کا یہ ثبوت بہت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان

کرتا چلا جائے۔ پس یہ افتراء گھڑنے والا بھی اس حدیث کے مطابق جھوٹا ہے اور اس افتراء کو آگے پھیلانے والے بھی۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مخالفین احمدیت کا یہ افترائے عظیم بالکل اسی انداز کا ہے جو ایک معاند اسلام نے رسول پاک ﷺ کے بارہ میں بیان کیا ہے۔ اس کا ذکر علامہ شیخ رشید رضا سابق مفتی مصر نے اپنی کتاب الــوحـــی المحــمــدی صفحہ 18 پر کیا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب خدائی تصرف ہے کہ اس غلیظ اور جھوٹا الزام لگانے میں مخالفینِ احمدیت اور معاندینِ اسلام میں ایک قدرِ مشترک پیدا ہوگئی ہے جو تشابھت قلوبھم کی ایک عبرتناک مثال ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا وصال کس بیماری سے ہوا؟ اس کا فیصلہ ان معالجین اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے بہتر اور کون کرسکتا ہے جو آپ کی خدمت پر مامور تھے۔ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کا وصال وبائی ہیضہ سے ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ اول تو جب آپ کا وصال ہوا تاریخی طور پر ان دنوں پنجاب میں یہ وبا نہیں تھی اور نہ ہی اس وجہ سے کسی شخص کے مرنے کا ریکارڈ میں ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ وبائی ہیضہ کی کوئی علامت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نہ تھی۔ تیسرے اس بات کا قطعی ثبوت آپ کے معالجین ڈاکٹر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور اور ڈاکٹر کننگھم سول سرجن لاہور کے جاری کردہ وہ سرٹیفکیٹ ہیں جن میں پوری وضاحت سے ذکر ہے کہ آپ کی وفات کی وجہ اسہال سے ہونے والی اعصابی کمزوری تھی نہ کہ ہیضہ۔ یہ دستاویزات اس بارہ میں قولِ ناطق ہیں جن کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

لیکن بُرا ہو اندھی مخالفت اور تعصب کا کہ اُس زمانہ کے مخالفین نے شرارت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی نعش مبارک قادیان لے جانے کے لئے لاہور کے ریلوے سٹیشن لائی گئی تو شرپسند مخالفین نے سٹیشن ماسٹر کو کہا کہ چونکہ مرزا صاحب کی وفات وبائی ہیضہ سے ہوئی ہے اس لئے ان کی نعش قانونی طور پر بذریعہ ٹرین نہیں جاسکتی۔ سٹیشن ماسٹر نے یہ بات سن کر وقتی طور پر انکار کر دیا لیکن جب معالج ڈاکٹرز کا جاری کردہ سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا تو اس نے فی الفور اجازت دیدی اور جنازہ بذریعہ ٹرین لاہور سے روانہ ہوا۔ یہ سارا واقعہ اس اعتراض کو رد کرنے اور مخالفین کے منہ بند کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

اعتراضات کا ایک اصولی جواب

حضرات! چند اہم اعتراضات کے الگ الگ جوابات تو ہو چکے لیکن سب اعتراضات کا ایک اصولی اور منطقی جواب بھی ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر نئے سے نئے اعتراض کرنے والو! ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ جو وجود تمہاری کوتاہ نگاہوں میں قابل اعتراض ہے اور تمہاری نظر میں اس قابل نہیں کہ منصبِ نبوت پر فائز ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی وہ ویسا ہی تھا؟ نہیں نہیں بلکہ تمہارے خیالات میں اور علاّم الغیوب خدا کے محبت بھرے سلوک میں ایک بیّن فرق نظر آتا ہے جو اپنے اندر ایک اعجازی شان رکھتا ہے۔

مسیح پاک علیہ السلام کی ساری زندگی ایک کتابِ مفتوح کی طرح دنیا کے سامنے ہے۔ دنیا کے لوگوں نے تو آپ پر طرح طرح کے اعتراضات کئے۔ آپ کے خلاف بدزبانی کی۔ گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے دیئے۔ آپ کی مخالفت میں ہر ممکن جتن کیا۔ آپ کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ہر ممکن حیلہ استعمال کیا اور یہ سلسلہ شروع دن سے لے کر آج تک جاری ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ نتیجہ کیا ہوا؟ کون جیتا اور کون ہارا؟ روحانی بصیرت سے محروم لوگوں کے سوا ہر شخص پر یہ حقیقت آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ احمدیت کے سب دشمن، سچے مسیح محمدیؑ کے مقابل پر اپنی ساری تدبیروں میں خائب و خاسر رہے۔ ان کے سب عمائدین جن کو وہ پہاڑوں جیسی شخصیتوں سے تعبیر کرتے تھے وہ سب ناکام و نامراد رہے۔ وہ سب مل کر بھی مسیح موعود علیہ السلام کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہ روک سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور محبوب بندہ ہر میدان میں کامیاب اور سب دشمنوں پر غالب رہا۔ قدم قدم پر وہ خدا کی محبت اور نصرت کے سایہ میں محفوظ و مامون رہا۔ دشمنوں کے ہر وار کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں اس کی حفاظت فرمائی۔

☆ خدا تعالیٰ نے اسے کہا کہ میں تجھے عزت و اکرام دوں گا اور تجھے عجیب طور پر بزرگی عطا کروں گا۔ دیکھو! آج دنیا میں کروڑوں عشاقِ اسلام اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ آپ کے غلاموں میں شامل ہیں!

☆ خدا نے فرمایا کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک شہرت دوں گا۔ دیکھو! آج عالم احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا!

☆ خدا نے وعدہ دیا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ ہم نے یہ وعدہ پورا ہوتے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے!

کس کس بات کا ذکر کیا جائے اور کس کس نشان کا حوالہ دیا جائے۔ حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی حفاظت، اسکی تائید و نصرت اور اس کے محبت بھرے سلوک کے سایہ میں بسر ہوئی۔ آپ نے کیا خوب فرمایا

ہے:

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

جس شخص کی یہ کیفیت ہو اور ساری زندگی واقعاتی شواہد سے بھری پڑی ہو۔ کیا اس کے خلاف ان اعتراضات کا کوئی بھی عقلی جواز ہو سکتا ہے؟

اے منکرو! اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی سچائی اور خدا کا خوف ہے تو سچ بتاؤ کہ کیا خدا تعالیٰ کا یہ محبت بھرا سلوک، ساری زندگی اس کی تائید و نصرت اور اللہ تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت نہیں کہ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے سچے فرستادہ اور مؤیّد من اللہ تھے؟

اے مخالفو! پھر سوچو اور غور کرو کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے محبت بھرے سلوک اور مسلسل تائید و نصرت کے ذریعہ آپ کی صداقت ثابت کر دی تو پھر کیا تمہارے یہ سب اعتراضات خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کا کھلم کھلا انکار نہیں؟

مسیح پاک علیہ السلام کس تحدی اور جلال سے فرماتے ہیں:

اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے، کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

اختتامیہ

سامعین کرام! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات پر کئے جانے والے چند اعتراضات کے جوابات عرض کرنے کا موقع ملا ہے۔ خدا کرے کہ یہ آواز ان لوگوں کے دلوں پر دستک دے جو نام نہاد علماء کے جھوٹے پروپیگنڈا کی وجہ سے ہدایت قبول کرنے سے رکے ہوئے ہیں۔ اور خدا کرے کہ یہ آواز ان معترضین کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑنے میں کامیاب ہو سکے جو ظلمت اور گمراہی کی تاریک وادیوں میں بہت دور جا چکے ہیں۔

نصیحت کرنا ہمارا فرض ہے اس لئے میں ان مخالفین سے کہتا ہوں کہ دیکھو اور کان کھول کر سنو کہ خلیفہء وقت کے ایک اشارہ پر اٹھنے والی اور ایک فرمان پر بیٹھنے والی عالمگیر جماعت احمدیہ، خلافت احمدیہ کے زیر سایہ شاہراہِ غلبہء اسلام پر کس برق رفتاری سے آگے سے آگے بڑھتی چلی جارہی ہے اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں بندگان خدا کے دل جیت کر ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کے آستانہ پر جھکاتی چلی جارہی ہے۔ سعادت مند لوگ تو خلافتِ احمدیہ کے عافیت بخش سایہ کے نیچے آرہے ہیں اور ایک تم ہو۔ اے بدقسمت مخالفینِ احمدیت! کہ حسد کی آگ میں جل کر کوئلہ ہوتے جارہے ہو۔ کاش تم اس حقیقت کو سمجھو اور دلوں میں جگہ دو کہ حقیقی نجات غلامِ محمد مصطفیٰؐ کی اُس آواز کو قبول کرنے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے قادیان کی گمنام بستی سے بلند ہوئی اور آج اس کی بازگشت 200 ملکوں میں سنائی دے رہی ہے۔

اے لوگو! اس محبت بھرے انتباہ پر بھی کان دھرو کہ یہ کلمات اس برگزیدہ فرستادہ کے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کی غلامی میں زمانے کا امام بنایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں، الٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دکھ دیتے ہیں، وہ آخر کار پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ413-412)

بالآخر میں اپنی تقریر کا اختتام رسولِ مقبول ﷺ کے عاشقِ صادق، حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کے پُرشوکت الفاظ سے کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

''میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔ جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اُس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں''۔

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17صفحہ472-471)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں:

''اے مخالفین احمدیت! غور سے سن لو کہ ہمارا واحد و یگانہ معبودِ حقیقی تو وہ ہے جو تمام صفات کا حامل ہے تمام طاقتوں کا مالک ہے اور ایسے خدا کو ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے خواہ ہماری گردنیں کٹ جائیں''

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی2010)

اے وہ لوگو! جو اپنی طاقت اور کثرت کے بل بوتے پر ظلم میں بڑھتے چلے جارہے ہو اس خدا سے ڈرو جو کہتا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف :183) (اور ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں سے جن کو وہ جانتے نہیں ہلاکت کی طرف کھینچ لائیں گے) پس اپنی ہلاکت کو آواز نہ دو۔ آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور زمانے کے منادی کی آواز پر کان دھرو کہ وہ بھی آیت اللہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری مخالفت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کو اپنی فتح پر محمول نہ کرو۔ یہ ڈھیل تو تمہیں خدا تعالیٰ کے قول اُمْلِيْ لَهُمْ (کہ میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں) کی وجہ سے مل رہی ہے۔ لیکن اس کے بعد کے انذاری الفاظ پر بھی ذرا غور کرو جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْن۔ (الاعراف :183) (کہ میری تدبیر مضبوط ہے)۔ پس جب اللہ تعالیٰ حد سے بڑھے ہوؤں کے خلاف تدبیر کرتا ہے تو وہ انسانی سوچ کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا تدبیر ہوگی۔ لیکن یہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کرتا ہے اور پورا کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2010)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ یادرکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرکے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں، الٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دکھ دیتے ہیں، وہ آخر کار پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ413-412)

آج بہت بڑھ بڑھ کر اعتراض کرنے والوں اور حق کو چھپانے والوں کے بارہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کس دردمندی سے فرمایا ہے:

''یادرکھو کہ آخر یہ لوگ بہت شرمندگی کے ساتھ اپنے منہ بند کرلیں گے اور بڑی ندامت اور ذلت کے ساتھ تکفیر کے جوش سے دستکش ہو کر ایسے ٹھنڈے ہو جائیں گے کہ جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈال دے لیکن انسان کی تمام قابلیت اور زیرکی اور عقلمندی اس میں ہے کہ سمجھانے سے پہلے سمجھے اور جتلانے سے پہلے بات کو پا جائے اگر سخت مغز خواری کے بعد سمجھا تو کیا سمجھا۔ بہتوں پر عنقریب یہ زمانہ آنے والا ہے کہ وہ کافر بنانے اور گالیاں دینے کے بعد پھر رجوع کریں گے اور بدظنی اور بدگمانی کے بعد پھر حسن ظن پیدا کرلیں گے مگر کہاں وہ پہلی بات اور کہاں یہ''۔

(آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن جلد 4صفحہ 336)

''اس جگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں۔ ان فقرہ کے دو معنی ہیں (1) اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کردیں گے اور ان اعتراضات کا نام ونشان نہ رہے گا۔ (2) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بدذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھا لیں گے۔ اور صفحہ ہستی سے معدوم کردینگے۔ تب ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے بیہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے''

(الوصیۃ۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 302)

دیکھو خدا کے فرستادہ اور رسول مقبول ﷺ کے محبوب مہدی اور مسیح موعود نے کس درد سے ازراہِ نصیحت فرمایا ہے:

''ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور ایذاء اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو۔ جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے''

(اربعین نمبر4، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ11)

پھر آپ مزید فرماتے ہیں:

''یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کرسکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے۔۔۔ اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا۔۔۔ سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہوگئی ہو اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو''۔

(اربعین نمبر 4صفحہ21)

''جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی

مخالفت کرتا ہے“

(ملفوظات جلدپنجم صفحہ412)

”انبیاء اور رسل کی تو قسمت ہی میں اعتراض ہوتے ہیں۔ دیکھو آنحضرت ﷺ پر کس قدر اعتراض ہوئے اور اب تک کئے جاتے ہیں ۔۔۔۔ اصل یہ ہے کہ جیسے دولت پر سانپ ہوتا ہے تا کہ نامحرم پاس نہ جاوے اسی طرح پر انبیاء و رسل بھی ایک بے نظیر دولت ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ سعید اور رشید ہی ان تک پہنچیں۔ اس لئے ان پر قسم قسم کے اعتراض ہوتے ہیں تا کہ وہ لوگ جو اہل نہیں ہیں، دور رہیں“

(ملفوظات جلد چھارم صفحہ 449)

”آنحضرت ﷺ نے جو مسیح موعود کو السلام علیکم پہنچایا یہ درحقیقت آنحضرت ﷺ کی طرف سے ایک پیشگوئی ہے نہ عوام کی طرح معمولی سلام۔ اور پیشگوئی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مجھے بشارت دیتے ہیں کہ جس قدر مخالفین کی طرف سے فتنے اٹھیں گے اور کافر اور دجّال کہیں گے اور عزت اور جان کا ارادہ کریں گے اور قتل کے لئے فتوے لکھیں گے خدا ان سب باتوں میں ان کو نامراد رکھے گا اور تمہارے شامل حال سلامتی رہے گی۔ اور ہمیشہ کے لئے عزت اور بزرگی اور قبولیت اور ہر ایک ناکامی سے سلامتی صفحۂ دنیا میں محفوظ رہے گی جیسا کہ السلام علیکم کا مفہوم ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17صفحہ 131حاشیہ)

”میں محض نصیحتاً لِلّٰہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بد زبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔ جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں“۔

(اربعین نمبر4، روحانی خزائن جلد صفحہ 471-472)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆......☆

دعاؤں بھرا کشکول

عطاء المجیب راشد

(حضرت سیدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم رحمہا اللہ تعالیٰ کے سانحۂ ارتحال پر)

جب خبر رحلت کی آئی تو سبھی کو یوں لگا
فیض کا سیلِ رواں تھا جو اچانک رک گیا

بارشِ انوار کی وہ اک صدی شاہد رہی
قدرتِ ثانی کے سب جلووں کی وہ زندہ گواہ

پیکرِ حسنِ عبادت ، منبعٔ لطف و کرم
خوبیاں اس ذات کو بخشیں خدا نے بے بہا

زندگی اس کی دعاؤں کا بھرا کشکول تھا
جاری و ساری رہے گا فیض کا چشمہ سدا

فیض اس ماں کا سدا جاری رہے گا بالیقیں
جس کا بیٹا کشتیٔ اسلام کا ہے ناخدا

تیرے غفراں اور رضا کی ہر گھڑی طالب رہی
اپنی بندی کو خدایا ! مغفرت کی دے رِدا

لا جَرم کوئی نہیں جو ہو سکے ماں کا بدل
اے خدا ! پَر ذات ہے تیری سبھی کا آسرا

ہے ہمالہ صبر کا غمگیں ترا مسرور ہے
اس کو اپنی گود لے اور شاد رکھ صبح و مسا

جلسہ سالانہ

صداقتِ احمدیت کا ایک ایمان افروز ثبوت

لطف الرحمٰن محمود

انبیاء ومرسلین کی قدرِ مشترک

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے ہزاروں فرستادوں کو دنیا میں بھیجا۔ روایتی طور پر ان نازشِ انسانیت مقدسین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار مشہور ہے۔ قرآن کریم نے مختلف قوموں میں ان مبارک ہستیوں کو مبعوث کرنے کا ذکر فرمایا ہے (سورۃ فاطر آیت 25، سورۃ رعد آیت8، سورۃ النحل آیت37) قرآن مجید میں 28 انبیاء ومرسلین کا نام کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ بائبل میں یہ تعداد کچھ زیادہ ہے۔ قرآن کریم نے بائبل میں مذکور ایسے انبیاء میں سے بعض کا نام لے کر ذکر نہیں کیا مگر یہ بات قرآنی معارف کا حصہ ہے کہ نام کے ساتھ مذکور نبیوں کا ذکر کسی مصلحت یا حکمت کی وجہ سے قرآن میں موجود ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے سورۃ النساء آیت 165، اور سورۃ مومن آیت79) یہ اسلام اور قرآن شریف کا حسن ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں کی نبوت ورسالت کو سچے دل سے ماننے کا ہر مسلمان کو حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام فرستادوں پر ایمان لانے کو، ارکانِ دین میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ خصوصیت آپ کو کسی اور مذہب یا اُس کی الہامی کتاب میں نظر نہیں آئے گی۔ اور اس صورتِ حال کا ناخوشگوار نتیجہ بھی ہمیں نظر آتا ہے۔

یہود کی بدقسمتی ہے کہ اُنہوں نے بنی اسرائیل کے مسیح موعود حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا انکار کر دیا بلکہ اُنہیں قتل کرنے کی کوشش کی اور اس سے بھی بڑی لغزش یہ سرزد ہوئی کہ تورات و زبور کی واضح پیش گوئیوں کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت نہ کیا۔ بنی اسحاق کے نسلی تفاخر کی وجہ سے اُن کی روحانی آنکھ نابینا رہی۔ مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ کو تو مان لیا مگر مقامِ رسالت سے اُٹھا کر تختِ الوہیت پر بٹھا دیا۔ اور اس شرک کی وجہ سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے سے محروم رہے۔ مسلمان یوں تو سب نبیوں کو مانتے ہیں اور ماننے کا زبانی اقرار بھی کرتے ہیں مگر مقامِ افسوس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نام لیوا، امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کی شناخت سے محروم ہیں۔

سچے مامور من اللہ کی پہچان کوئی مشکل کام نہیں۔ فقط خلوصِ دل سے غور اور تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے بڑی تحدّی سے یہ دعویٰ کیا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (سورۃ مجادلہ آیت 22)

یعنی ''اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے''۔ یہ کتنا عظیم الشان دعویٰ ہے اور پھر کس شان سے بار بار پورا ہوتا رہا ہے۔ کیا یہ معمولی بات ہے کہ خدائے قادر وقیوم نے انجام کار، نامساعد حالات کے باوجود ہر نبی اور رسول کو اپنے مخالفوں، حاسدوں اور دشمنوں پر غالب کر دیا۔ اور اپنے ماموروں کے بدخواہ دشمنوں کی سازشوں، سکیموں اور منصوبہ بندیوں کو خاک میں ملا دیا اور جن جتھوں پر یہ دشمن بھروسہ کرتے تھے اُنہیں بھی ہلاک اور منتشر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کے پیروکاروں کو کامیابی، عزت، عظمت اور برکت دی۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر مدعی رسالت وماموریت کی صداقت کو پرکھا جاسکتا ہے۔ نامساعد اور ناموافق حالات میں کامیاب ہونے کی یہی یقین دہانی تمام انبیاء ومرسلین کی قدرِ مشترک ہے!

یہ تقدیرِ الٰہی سب سے بڑھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جلوہ نما ہوئی۔ حضورؐ کے خلاف مخالفت شدت وانتہاء کو پہنچی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی اور عزت عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچایا۔ چونکہ یہاں تفصیل میں جانا مشکل ہے ایک مختصر سا اشارہ کروں گا۔ 622ء میں مکہ کے پارلیمنٹ ہاؤس ''دارالندوہ'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتلِ ناحق کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر حضرت نبی کریم ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ اس پر کفارِ مکّہ نے بوکھلا کے حضورؐ کے سر کی قیمت مقرر کر دی۔ مگر آٹھ سال کے اندر اللہ تعالیٰ نے اُسی سر پر عرب کی حکومت کا تاج سجا دیا۔ اس واقعہ پر چودہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ دُنیا کے تقریباً ہر ملک میں طلوعِ آفتاب سے قبل اذانِ فجر میں حضورؐ کا نام گونجتا ہے اور غروب آفتاب کے معًا بعد پھر اسی پاک نام کی منادی سنائی دیتی ہے۔ یہی حال باقی تین اذانوں کا ہے۔ الغرض

درود وسلام کی خوشبو سے کائنات معطّر رہتی ہے۔ یہ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی کا ایک عظیم جلوہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور فیضان سے اسی آیہ کریمہ کا ایک جلوہ عہد حاضر میں ہم بھی دیکھ رہے ہیں اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں موجودہ کیفیت سے کئی گُنا زیادہ چمک دمک کے ساتھ دیکھیں گی اور وہ ہے مسیح محمدی کے غلبہ کا جلوہ!! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے للٰہی مشن کی ابتدائی حالت کو ''تخم ریزی'' سے تشبیہہ دی۔ یہ درخت اب 200 ممالک میں لگ چکے ہیں احمدیت کا باغ اب ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اگر یہ ایک کذّاب اور مفتری کا منصوبہ ہوتا تو کب کا خاک میں مل کر نابود ہو چکا ہوتا۔ اسے یہ تازگی، سرسبزی، شادابی اور ترقی کبھی نصیب نہ ہوتی۔ حضرت اقدسؑ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک صدی قبل یہ اعلان کر دیا تھا ع

ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تائیداتِ الٰہیہ

حضرت اقدسؑ نے درج ذیل شعر میں شاملِ حال الٰہی تائیدات کا ذکر یوں فرمایا ہے ؎

آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیقِ من استادہ اند

اس فارسی شعر کا مطلب ہے کہ آسمان نے نشانات کی بارش برسائی اور زمین نے بول بول کر گواہی دی۔ یہ دونوں (آسمان اور زمین) میری تصدیق کیلئے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) گواہ کے طور پر کھڑے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی صداقت ثابت اور ظاہر کرنے کیلئے دو طرح کے نشانات دکھائے:

(1)آسمانی نشانات:

رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن، دمدار ستارے کا ظاہر ہونا، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے کا عمل۔ یعنی ''عالم بالا'' خلا، فضا، نظام شمسی کے سیاروں کے مدار اور اجرام سے تعلق رکھنے والے نشانات

(2)زمینی نشانات:

کرۂ ارض پر ظاہر ہونے والے نشانات، زلزلے۔ جنگیں، بیماریاں، قحط اور طرح طرح کے عذاب۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ کی بعثتِ ثانیہ کے حوالے سے یہ پیشگوئی موجود ہے (انجیل متی باب24آیت7 انجیل لوقا باب21آیت11)۔ ''آسمان'' اور ''زمین'' سے تعلق رکھنے والے نشانات ایمان افروز تفاصیل کے حامل ہیں۔ ہر سعادت مند شخص، نیک نیتی کے ساتھ، خالی الذہن ہو کر، ان کی روشنی میں، حضرت اقدسؑ کی صداقت کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے۔ ذرا خسوفِ قمر اور کسوفِ آفتاب کے عظیم الشان نشان پر غور فرمائیے، جسے حدیث شریف کے الفاظ، خاص طور پر ظہورِ مہدیؑ سے مخصوص کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ حدود وقیود ملاحظہ فرمائیے:

① چاند اور سورج گرہن رمضان کے مہینے میں لگے گا۔

② قانون قدرت میں خسوف قمر اور کسوفِ آفتاب کیلئے تاریخیں مقرر ہیں۔ چاند گرہن ان مقررہ راتوں میں پہلی رات (قمری مہینے کی تیرھویں رات) اور سورج گرہن، مقررہ دنوں میں درمیانی دن (قمری مہینے کی اٹھائیسویں تاریخ) کو لگے گا۔

③ اس نشان کے ظہور کے وقت مدعیٔ مہدویت زندہ موجود ہوگا جو اس نشان کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کرے گا۔

④ اس وقت مہدی علیہ السلام کی بڑی شدّت سے تکذیب کرنے والے بھی موجود ہوں گے جن کی تردید کیلئے اللہ تعالیٰ یہ عظیم الشان نشان دکھائے گا۔

⑤ مدعیٔ مہدویت کی بود و باش کے مقام پر بھی یہ دونوں گرہن واضح طور پر نظر آئیں اور لوگ اس کے چشم دید گواہ ہوں گے۔

فزکس اور فلکیات کے قوانین کے مطابق چاند گرہن قمری مہینے کی 14,13 اور 15 تاریخ کو لگتا ہے اور سورج گرہن کیلئے قمری مہینے کی 28,27 اور 29 تاریخیں مخصوص ہیں۔ دارقطنی کی اس حدیث میں امام مہدیؑ کے وقت میں لگنے والے ان گرہنوں کو چھ کی بجائے صرف دو تاریخوں سے مخصوص کر دیا گیا ہر ایک کیلئے صرف ایک ایک تاریخ یعنی ایک رات، اور ایک دن۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا ایمان افروز ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ آسمانی نشان پوری آب وتاب سے ظاہر ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے صحابہ کرامؓ کی معیت میں قادیان میں 21 مارچ 1894ء کو چاند گرہن اور 6 اپریل 1894ء کو سورج گرہن دیکھا۔

زمینی نشانات پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ مختلف برّ اعظموں اور جزائر کے رہنے والوں نے زلزلے، سیلاب، جنگیں اور دوسری آفات کا سامنا کیا۔ برّصغیر پاک و ہند پر بھی یہ مصائب اور ابتلا آئے۔ اگر امام الزماںؑ کی شناخت نہ کی گئی تو اللہ تعالیٰ زوردار حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔

حضورؑ نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر جو پیش گوئیاں کیں وہ بھی زمین پر ہی پوری ہوئیں۔ زارِ روس کا افسوسناک قتل اور اقتدار کا خاتمہ، ایوانِ کسریٰ (شاہِ ایران کا محل) کا تزلزل، جنگِ عظیم کی تباہ کاریاں، یہ سب کچھ اس سطح ارض پر ہی پیش آیا۔ پھر دنیا کے کناروں تک حضورؑ کے پیغام کی تبلیغ و اشاعت اور پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مطابق فرزندِ موعود کی شہرت دُنیا کے کناروں تک پہنچی۔ یہ سب زمینی نشانات ہیں۔ الغرض حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے ہزاروں نشانات صف در صف کھڑے ہیں۔ کاش متلاشیانِ حق ان سے فائدہ اٹھانے کیلئے مخلصانہ کوشش کریں!

ماموِر زمانہ کے کاموں میں برکت کا نزول وشمول

آپ نے ''کیمیا'' کا نام تو سُنا ہوگا۔ صدیوں تک بعض لوگوں کو اس نظریہ نے دیوانہ بنائے رکھا ہے کہ کسی پُر اسرار صدری نسخے یا طریقے سے چاندی، تانبا، جست وغیرہ دھاتوں کو سونے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ کسی ایسے علمِ کیمیاء کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک وہم اور دماغی خلل کی ایک قسم ہے۔ ہاں اہل تقویٰ کے پاس ایک کیمیا ہوتی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کو تائید الٰہی کی ایک کیمیا سے نوازا جاتا ہے۔ اُن پر تو یہ محاورہ صادق آتا ہے کہ اگر وہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالیں تو اسے سونا کردیں۔ جس کام کا آغاز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے مبارک کردیتا ہے۔ ان کے کاموں، منصوبوں، اور سکیموں کا بطور مثال مختصر سا ذکر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے، مالی، افرادی اور دیگر مادی اسباب و وسائل کی کمی کے باوجود، سادگی سے ان کاموں کی ابتدا کردی۔ حضرت اقدسؑ جماعتی مستقبل کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میں تو ایک ''تخم ریزی'' کرنے آیا ہوں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مزید ترقیات آئندہ زمانہ میں ہوں گی۔ اب آیئے اس بیج کی نشو ونما کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

دینی علوم کی تدریس کیلئے مدرسہ احمدیہ کا قیام

جماعت کے دو بزرگ علماء (حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ) کی وفات کے بعد، حضورؑ جماعت میں علماء پیدا کرنے کیلئے 1905ء میں ''مدرسہ احمدیہ'' کی ابتدا کی۔ یہ ''مدرسہ احمدیہ'' کیا تھا؟ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ایک کلاس ''شاخِ دینیات'' کے نام سے قائم کی گئی جس میں 10 طلبہ شامل ہوئے۔ اگلے سال یہ تعداد 14 ہوگئی۔ آگے چل کر ''شاخِ دینیات'' مدرسہ احمدیہ بنا اور پھر جامعہ احمدیہ۔ یہ ''شاخِ دینیات'' 106 سال کا سفر طے کرچکی ہے۔ قادیان اور ربوہ میں جامعات نے اس عرصہ میں سینکڑوں جیّد علماء اور ہزاروں مبلّغین اسلام پیدا کئے۔ اس وقت ربوہ میں جونیئر اور سینئر طلبہ کی تدریس و تربیت اور تخصّص کیلئے الگ الگ جامعات قائم ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کیلئے علیحدہ مدارس حافظ قائم ہیں۔ اب تو جامعات بعض اور ممالک، برطانیہ، کینیڈا، جرمنی، غانا، نائیجیریا، سیرالیون وغیرہ میں بھی قائم ہوچکے ہیں!!

مروّجہ تعلیم کیلئے تعلیم الاسلام سکول کا اجراء

حضورؑ نے 1898ء میں قادیان میں ایک سکول جاری فرمایا جو جلد ہی مڈل اور ہائی سکول کے درجے تک پہنچ گیا۔ پھر جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مراکز میں لڑکوں اور لڑکیوں کے کالج قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی نیز اعلیٰ تعلیم کے مواقع پیدا کئے۔ پاکستان میں ایک جنونی حکومت نے نیشنلائزیشن کے نام پر ہمارے نیک نام اور فعال تعلیمی ادارے تباہ کردیئے مگر قربان جایئے مولیٰ کریم پر جس نے بہتر نعم البدل عطا فرمادیا۔ پھر یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آج اس بیج کی شاخیں ''تاریک برّ اعظم'' افریقہ کو منور و معطّر کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے افریقہ میں جماعت کے پانچ سو کے لگ بھگ پرائمری اور سیکنڈری یعنی ہائی سکول کام کررہے ہیں۔

نظامِ وصیت اور بہشتی مقبرہ

حضور علیہ السلام نے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے، دسمبر 1905ء میں رسالہ الوصیت تحریر فرمایا اور بہشتی مقبرہ قائم فرمایا۔ حضورؑ کی زندگی کے آخری دو اڑھائی سال میں دو سو سے زاید اصحاب و خواتین نظامِ وصیت میں شامل ہوئے۔ اس بیج کی برکت ملاحظہ فرمایئے۔ اس وقت نظام وصیت سے وابستہ مومنین و مومنات کی تعداد ایک لاکھ چھ ہزار سے تجاوز کررہی

ہے۔ باقاعدگی سے الفضل ربوہ میں نئی وصیتوں کا اعلان شائع ہوتا ہے۔ قادیان اور ربوہ کے بہشتی مقبروں کے علاوہ۔ خلیفہء وقت کے اذن و اجازت سے 70 کے لگ بھگ ممالک میں موصیوں کی تدفین کیلئے قبرستان قائم کئے جا چکے ہیں۔

مالی، انتظامی، اور تبلیغی امور کیلئے انجمن کا قیام

نظام وصیت کے قیام کے بعد حضورؑ نے قبرستان کے مالی امور، اشاعتِ اسلام، مقاصد تعلیم اور جماعت کے انتظامی معاملات کیلئے صدر انجمن احمدیہ قائم فرمائی اور اس ''مجلس معتمدین'' کے پہلے 14 اراکین کے نام خود تجویز فرمائے۔ ہم اسے جماعت کے مالی اور تنظیمی ڈھانچے کا بیج کہہ سکتے ہیں۔ جماعت کی ترقی کے ساتھ مرکزی انجمن کے زیر سایہ مزید انجمنیں قائم ہوئیں۔ مثلاً تحریک جدید انجمن احمدیہ، وقفِ جدید انجمن احمدیہ، ان انجمنوں کے علاوہ لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ وغیرہ ذیلی تنظیمیں قائم کی گئیں۔ اب یہ تنظیمیں دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں قائم ہیں اور عظیم الشان تربیتی رول ادا کر رہی ہیں۔ تقریباً 90 سال سے مجلسِ شوریٰ کی نعمت بھی جماعت کو میسّر ہے۔ 1989ء میں جلسہ صد سالہ تشکر کے موقع پر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں ''انٹرنیشنل شوریٰ'' منعقد ہوئی جس میں سیرالیون کی نمائندگی کا اس عاجز کو شرف حاصل ہوا۔ ذیلی تنظیمیں بھی اپنی اپنی مجالسِ شوریٰ سے مستفید ہو رہی ہیں۔ خلافت کے زیر سایہ، جماعت احمدیہ قرآن کی شورائی سپرٹ سے متمتع ہو رہی ہے۔ یہ ہے اس بیج کی نشو و نما کی کہانی۔

کشتِ صحافت کے بیج

حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ریویو آف ریلیجنز (1902) اور تشحیذ الاذہان (1906) قادیان سے جاری کر دیئے گئے۔ یہ دونوں رسائل آج بھی شائع ہو رہے ہیں۔ اس سے قبل دو اخبار، الحکم اور البدر بھی شائع ہو رہے تھے۔ یہ ہے جماعت کے صحافتی وجود کا بیج۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس شعبے نے بھی بہت ترقی کی۔ بہت سے ممالک سے، مختلف زبانوں میں، شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل، اس شجرِ صحافت کی شاخیں بنتے چلے گئے۔ پانچ چھ جرائد (مسلم سن رائز، النور/احمدیہ گزٹ، النحل، الہلال، مجاہد وغیرہ) یو ایس اے سے شائع ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس درخت کے برگ و بار میں مزید اضافہ ہوگا۔

دینی تقاریب، مجالسِ عرفان، جلسہ سالانہ

حضور علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں دینی، علمی اور تربیتی مجالس منعقد ہوتی رہیں۔ آمین کی تقاریب، بعض خاص مواقع پر جلسوں کا انعقاد عمل میں آتا۔ ان سب میں جلسہ سالانہ کا اجتماع ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اس کا ذکر آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔ کیا یہ حضرت اقدسؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ ہر بیج ایک تناور درخت بن گیا۔ مبارک وہ پاک وجود جسے خدا نے اس تخم ریزی کیلئے چُنا۔ مبارک وہ سرزمیں جہاں یہ بیج ڈالے گئے۔ اور مبارک وہ جو آج اِن سرسبز و شاداب درختوں کی بہار دیکھ کر سجداتِ شکر بجا لا رہے ہیں!!

جلسہ سالانہ کی ابتداء، مقاصد اور ارتقائی منازل

27 دسمبر 1891ء کو قادیان کی مسجد اقصیٰ میں حضرت اقدسؑ کی تحریک پر ایک جلسہ منعقد ہوا جو ایک دن جاری رہا۔ اس میں 16 مقامات سے تعلق رکھنے والے 75 اصحاب شامل ہوئے۔ اس تاریخی جلسہ میں شامل ہونے والوں کے اسمائے گرامی تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں۔ (جلد اوّل، صفحہ 441، 442، ایڈیشن 2007) اس جلسہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ تصنیف ''آسمانی فیصلہ'' پڑھ کر سنائی۔ اس حوالے سے یہ جلسہ دینی مشورہ کیلئے طلب کیا گیا تھا۔ احباب نے تجاویز پیش کیں۔ حضورؑ نے ایک اشتہار میں ان 75 شرکائے جلسہ کو دعا سے نوازا:

''جس قدر احباب محض لِلّٰہ تکلیف اُٹھا کر حاضر ہوئے، خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور اُن کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔''

اسی اشتہار میں حضور نے وہ ''جلسہ سالانہ'' کی بنیاد رکھ دی اور اس تجویز کا اعلان فرمایا کہ آئندہ ہر سال دسمبر کی 27، 28 اور 29 تاریخوں میں تین روزہ جلسہ منعقد ہوگا۔ اس

اشتہار میں حضورؑ نے جلسہ کے مقاصد بھی بیان کئے۔اور جلسہ میں شامل ہونے والوں کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ان دو پہلوؤں (جلسہ کے مقاصد اور شرکائے جلسہ کیلئے خصوصی دعا) کے ذکر کے علاوہ حضور علیہ السلام نے کم مقدرت اصحاب کو اس جلسہ میں شامل ہونے کی تیاری کے طور پر سال بھر کچھ رقم پس انداز کرنے کی بھی نصیحت فرمائی۔تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے (اشتہار نمبر 74 مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 302 تا304 ایڈیشن 1986ء) حضورؑ نے دیگر اشتہارات میں بھی جلسہ سالانہ کے حوالے سے بعض اور نکات اور دعاؤں کا اضافہ فرمایا مجموعی طور پر ان تمام نکات کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

جلسہ سالانہ کے مقاصد

علمی تقاریر

''اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہے۔''

روحانی ترقی اور قرب الٰہی کیلئے امام وقت کی خصوصی دعائیں

''دوستوں کیلئے خاص دعائیں اور توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف اُن کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی اُنہیں بخشے۔''

آگے چل کر حضورؑ نے دوبارہ اس حوالے سے رقم فرمایا:

''خشکی، اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کیلئے بدرگاہِ حضرت عزّت جلّشانہ کوشش کی جائے گی''

افراد جماعت میں باھمی تعارف اور رشتهء مودّت کی مضبوطی

''ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہء تودد و تعارف ترقی پذیر ہوگا۔''

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت

''جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ302تا304)

7 دسمبر 1892ء کے اشتہار (نمبر 88) میں حضورؑ نے جلسہ سالانہ کے ایک اور مقصد کا بھی ذکر فرمایا:

یورپ اور امریکه کی دینی همدردی

''یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کیلئے طیار ہو رہے ہیں'' (ایضاً صفحه341)

اسی مبارک اشتہار میں حضورؑ نے جلسہ سالانہ کی آئندہ ترقی کے حوالے سے درج ذیل خوشخبری دی:

''اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اسکے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''

(مجموعه اشتهارات جلد اوّل صفحه 341)

شرکائے جلسہ کیلئے حضرت اقدسؑ کی دعائیں

امام الزمان علیہ السلام نے جو عظیم دعا 7 دسمبر 1892ء کے اشتہار میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کیلئے کی ہے وہ دراصل 10 دعاؤں پر مشتمل ہے۔میرا جی چاہتا ہے کہ

میں اس مبارک دعا کو اس انداز سے پیش کروں۔① ''ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو''۔② ''اور ان کو اجرِ عظیم بخشے''③ ''اور ان پر رحم کرے''④ ''اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے''⑤ ''اور اُن کے ہم و غم دُور فرما دے''⑥ ''اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے'' ⑦ ''اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے''⑧ ''اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے''⑨ ''تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو'' ⑩ ''اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کُشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 342)

جلسہ سالانہ کا ارتقاء اور بین الاقوامی پھیلاؤ

اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کو بھی غیر معمولی ترقی، کامیابی اور عظمت سے ہمکنار کیا۔ ایسی سرگرمیوں کی ترقی کو ماپنے اور جانچنے کے کئی پیمانے ہیں۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد، مہمانوں کیلئے سہولتیں، جلسہ کے مقاصد کا حصول، انتظامات کی بہتری، اس کارِ خیر کیلئے والنٹیئرز کی خدمات، غرض ہر پہلو اور زاویے سے ترقی ہوئی اور قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ تاریخ احمدیت میں 1891 سے 1991 تک کے سالانہ جلسوں کے شرکاء کی تعداد کا گوشوارہ موجود ہے یہ سو سالہ اعداد و شمار ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحات 446 تا 448، ایڈیشن 2007ء)۔ 1947ء متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے جلد بعد، جماعتی مراکز قادیان اور ربوہ میں منعقد ہونے والے جلسوں میں بھی سامعین و زائرین کی تعداد میں مسلسل اضافہ کی روایت ازسرِ نو بحال ہوگئی۔ جنرل ضیاء الحق کے اپریل 1984ء کے آمرانہ اور ظالمانہ آرڈیننس کے نفاذ سے قبل، ربوہ کے آخری جلسہ سالانہ (1983) میں یہ تعداد دو لاکھ چھتر ہزار تک جا پہنچی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے برطانیہ سے تشریف لے جا کر، قادیان دارالامان کے دو جلسوں میں شرکت فرمائی۔ ہزاروں لوگ ان جلسوں میں شامل ہوئے۔ بیرونی ممالک سے بھی زائرین سینکڑوں کی تعداد میں حاضر ہوئے۔ ان ضروریات کیلئے نئے مہمان خانے، گیسٹ ہاؤس اور دوسری عمارات تعمیر ہو چکی ہیں۔

دوسرا پہلو اس سے بھی زیادہ ایمان افروز ہے یعنی حضورؑ کی یہ پیشگوئی کہ جلسہ سالانہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے ''قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی''۔ اس پیشگوئی کے بھی دو پہلو ہیں۔ (i) مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے لوگ جماعت کے مرکزی جلسوں میں شرکت کیلئے دور دراز ملکوں سے مرکز میں آئیں گے۔ اس کا سلسلہ قادیان میں شروع ہوگیا تھا اور ربوہ کے جلسہ سالانہ میں بیرونی ممالک کے وفود میں مزید اضافہ ہوا۔ خلافتِ ثالثہ میں تو ان مہمانوں کیلئے خوبصورت گیسٹ ہاؤس بھی تعمیر کئے گئے۔ ضمناً یہ بھی عرض ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک خاص نشست الگ منعقد کی جاتی تھی جس میں غیر ملکی زبانیں بولنے والے حضرات مختصر تقریریں کرتے۔ یہ نشست اپنی نُدرت کی وجہ سے بڑی دلکش ہوتی۔ مجھے بھی ربوہ میں منعقد ہونے والے ایسے اجلاس اب تک یاد ہیں۔

(ii) حضرت اقدسؑ کی اس پیشگوئی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مختلف برّ اعظموں میں اللہ تعالیٰ بڑی بڑی جماعتوں کو اپنے ہاں سالانہ جلسے منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ یہ پہلو بھی بڑی شان سے پورا ہوا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔ درج ذیل کوائف سے پیشگوئی کے اس حصے کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

برّ اعظم ایشیاء

ہندوستان کو حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش کا ملک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہندوستان کے شہر قادیان میں جلسہ سالانہ کی ابتدا ہوئی۔ اس مُقدس بستی میں اب تک 119 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔ ''متحدہ ہندوستان'' کے بطن سے تعلق رکھنے والے 3 ممالک برصغیر میں موجود ہیں۔ بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش۔ بھارت اور بنگلہ دیش میں اب بھی جلسہ ہوتا ہے۔ پاکستان میں 1984ء سے جلسہ سالانہ کو حکومت نے جبراً بند کیا ہوا ہے۔ مگر خلیفۂ وقت کی ہجرت کے بعد یوکے کا جلسہ ہی ''مرکزی جلسہ'' ہے اور اس طرح 1985ء سے پاکستان کی نیابت ہو رہی ہے!

برّ اعظم افریقہ

ارضِ بلال، برّ اعظم افریقہ کے تمام ممالک میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ غانا، نائیجیریا، سیرالیون، کینیا، یوگنڈا وغیرہ پرانی جماعتیں ہیں۔ اور ان سب ممالک میں سالانہ جلسے شان وشوکت سے منعقد ہو رہے ہیں۔ غانا میں اب تک 80 جلسے منعقد ہو چکے ہیں اور نائیجیریا میں 60۔ 2011ء میں سیرالیون میں منعقد ہونے والا جلسہ سالانہ اُس جماعت کا پچاسواں جلسہ تھا۔ اتفاق سے اسی سال سیرالیون کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ تھی۔ صدر مملکت نے اپنی کابینہ کے تمام ارکان کے ساتھ اس جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی قوم کے سربراہِ مملکت اور اس ملک کی پوری کابینہ نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ یہ اظہارِ تشکر اور اظہارِ یکجہتی کا ایک ایمان افروز روحانی نظارہ تھا! گیمبیا، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، برکینا فاسو، بنین اور ٹوگو وغیرہ نسبتاً نئی جماعتیں ہیں۔ ان ممالک میں بھی جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی روایت مضبوط ہو رہی ہے۔

براعظم یورپ

مغربی یورپ میں جماعت احمدیہ کے مراکز اور مساجد کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ سپین، جرمنی، ہالینڈ، ناروے، بیلجیئم، فرانس اور دیگر ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پیش رفت ہو رہی ہے۔ جرمنی میں امسال منعقد ہونے والا جلسہ چھتیسواں تھا۔ سپین میں اب تک 25 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ میں 30 اور ناروے میں 25 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔ یورپ کی جماعتوں میں یوکے (برطانیہ) کی جماعت کو خاص تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ 1913ء میں وہاں تبلیغی کوششوں میں تیزی آئی۔ 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود بنفسِ نفیس لندن میں پہلی مسجد کی بنیاد رکھی (مسجد فضل لندن) 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد اس جماعت کا تشخص بدل گیا۔ 1985ء میں یُوکے جماعت کے جلسے کو برطانوی جلسے کے ساتھ ساتھ ''مرکزی جلسہ'' کا مقام بھی حاصل ہو گیا۔ 1985ء میں اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں منعقد ہونے والے جلسے میں 4500 افراد شامل ہوئے۔ 1989ء کے جلسہ کو خاص اہمیت تھی (جلسہ صد سالا تشکر)۔ اس میں 14,000 افراد نے شرکت کی۔ امسال حدیقۃ المہدی میں منعقد ہونے والا سالانہ جلسہ یُوکے جماعت کا پینتالیسواں جلسہ تھا جس میں 29,000 سے زاید افراد کو شرکت کی توفیق ملی۔ یو۔ ایس۔ اے سمیت متعدد ممالک سے وفود شامل ہوئے۔ یوگنڈا، لائبیریا اور سیرالیون کے صدور کی طرف سے، اُن کے نمائندوں نے جماعت کی خدمات کا اعتراف بھی کیا اور حضور سے دُعا کی استدعا بھی کی۔ برطانوی پارلیمنٹ کے متعدد نئے اور پرانے اراکین اور متعدد شہروں کے میئر صاحبان نے حاضرین جلسہ سے خطاب کیا اور نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

برّ اعظم شمالی امریکہ

اس براعظم میں دو بڑی جماعتیں موجود ہیں۔ یو۔ ایس۔ اے میں حضورؑ کے صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعے جماعت قائم ہوئی۔ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت امریکہ نے تریسٹھواں جلسہ منعقد کیا۔ اسی طرح کینیڈا کی جماعت نے 35th جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ ان جلسوں میں حکومتی نمائندے اور حکام بھی تشریف لاتے ہیں اور میڈیا کا تعاون بھی شاملِ حال رہتا ہے۔

براعظم جنوبی امریکہ

اس خطہء ارض میں بھی تبلیغی کوششوں میں وسعت آ رہی ہے۔ گوئٹے مالا اور برازیل وغیرہ میں احمدیہ مساجد اور مراکز موجود ہیں۔ ان ممالک میں بھی سالانہ جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ گوئٹے مالا میں اب تک 21 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔

جزائر میں رہنے والی قومیں

ماریشئس، سیلون (سری لنکا)، جاپان، فجی اور انڈونیشیا پر جغرافیائی زبان میں ''جزائر'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ آسٹریلیا جو ایک براعظم ہے مگر وہ بھی ایک جزیرے کی طرح چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے۔ ان سب ممالک میں جماعت احمدیہ مسلمہ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان ممالک میں جلسہ سالانہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ ماریشئس میں اب تک 49 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں اور فجی میں 39، نیوزی لینڈ، جاپان وغیرہ نسبتاً نئی جماعتیں ہیں۔ مگر ان ممالک میں بھی سالانہ جلسوں کی روایت مستحکم ہو رہی ہے۔ جاپان میں اب تک 26 اور نیوزی لینڈ میں 17 سالانہ جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر حضور علیہ السلام کے ان الفاظ کو ذہن میں تازہ کیجئے:

''اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے

رکھی ہے اور اسکے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 341)

کیا یہ سچ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ان "قوموں" کو تیار کیا جو اُسی کے حکم سے جلسہ سالانہ کا حصہ بن چکی ہیں؟ یہ ان اقوام کی خوش قسمتی ہے کہ جلسہ سالانہ کی برکتیں اُن کا مقدر بن گئی ہیں جماعت احمدیہ کے یہ جلسے "سنگِ پارس" کا حکم رکھتے ہیں۔ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

مخالفین کی ہرزہ سرائیاں

جلسہ سالانہ کے مقاصد کی حضورؑ نے تحریراً وضاحت فرمادی ہے۔ خدا لگتی کہیئے ان میں سے کون سی بات 'کتاب اللہ اور سنت نبویؐ اور حدیث کے خلاف ہے۔ تمام مقاصد اسلام کے عین مطابق ہیں مگر بعض بدقسمت علماءِ سُو' امام الزمانؑ کی مخالفت کرکے جہالت کی موت مرنے کیلئے اندھا دُھند پیش قدمی کرتے ہیں۔ چنانچہ لاہور میں واقع چینیاں والی مسجد کے امام' مولوی رحیم بخش نے 1892ء میں ایک شرعی فتویٰ جاری کیا جس کا خلاصہ حضرت اقدسؑ نے 17 دسمبر 1892ء کے اشتہار میں درج فرمایا ہے:

"ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب وسنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔"

(بحوالہ مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 354)

عرض ہے کہ مولوی رحیم بخش صاحب کے اس فتوے کے مطابق صرف 3 مساجد کی زیارت کیلئے سفر جائز ہے۔ مسجد بیت الحرام (مکہ معظّمہ) مسجد نبوی (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) مولوی رحیم بخش اگر آج بقید حیات ہوتے تو حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، اور سینکڑوں دوسرے بزرگوں کی مساجد، خانقاہوں پر جاکر اُن کے عرسوں میں شرکت کرنے والے ان کی خبر لیتے۔ رائے ونڈ میں تبلیغی جماعت بڑے اہتمام سے جلسہ منعقد کرتی ہے۔ شیعہ حضرات مختلف امصار و دیار سے نجف اور کربلا کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔ "مردود" قرار دینے کی زَد تو ان سب کا احاطہ کرلیتی ہے۔ پاکستان، افغانستان، ایران اور عراق میں مساجد اور مقابر پر بموں کے دھماکے کرنے والے غالباً مولوی رحیم بخش صاحب کی "ذہنی اور رُوحانی" "ذُرّیت ہیں! یہ بھی عرض ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس اشتہار میں قرآن وحدیث اور سنتِ رسولؐ اور سنتِ خلفائے راشدین کی روشنی میں اس فتویٰ کی غلطی، خامی، کجی اور خرابی واضح کردی ہے۔ حضورؑ کی یہ ٹھوس علمی تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحات 355 تا 365)

مندرجہ بالا فتوے کے اجراء کے بعد مولوی رحیم بخش صاحب نے لازماً بھاگ دوڑ بھی کی ہوگی۔ نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکائی ہوگی۔ حضورؑ کے ایک اور مخالف' مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب تو اس حوالے سے سرتوڑ کوشش کرتے رہے۔ فتویٰ تکفیر کی تائید کیلئے اُنہوں نے ہندوستان کے کونے کونے کی خاک چھانی اور پھر بٹالہ سے گزر کر قادیان جانے والے زائرین اور طالبانِ حق کو روکتے، ٹوکتے اور سلب ایمان کی وعیدیں سناتے۔ بٹالوی صاحب نے از راہِ تحقیر واستہزاء، حضرت اقدسؑ کے نام ایک خط میں جلسہ سالانہ کو "میلہ سالانہ" کہہ کر یاد کیا اور یہ خط حضورؑ کی خدمت میں رجسٹری کرکے بھجوایا۔ (بحوالہ آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 312)۔ حضورؑ نے بٹالوی صاحب کی ان تمام ان تھک مگر ناکام کوششوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک اشتہار رقم فرمایا (مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 366 تا 367) حضورؑ نے لکھا کہ فتویٰ تکفیر کے بعد جو جلسہ منعقد ہوا اُس میں 327 افراد نے شمولیت کی۔ حضورؑ نے اس اشتہار میں اہلِ نظر و دانش کو اس نکتے کی طرف متوجہ فرمایا:

"اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور اُن کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا اُلٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد ہوگئیں۔"

(مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 366)

حضورؑ نے اس اشتہار کو اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام کے صفحہ 630/629 پر بھی درج فرمایا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضورؑ نے قال اللہ اور قال الرسولؐ کی مخالفت کرنے والے ایسے مولویوں کو دینی، علمی اور صحافتی بددیانتی کی وجہ سے "خائن" قرار دے کر ایک دعا کی تحریک فرمائی ہے:

"ہر مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے کیونکہ اسلام پر ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں"

(مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 361)

خائن مولویوں کی وہ نسل تو کب کی خاک ہو چکی۔ اُن میں سے اکثر کی قبروں کے نشانات بھی مٹ گئے ہیں۔ اب مخالف علماء نے پروپیگنڈہ کا رُخ تبدیل کر لیا ہے اور خود جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنے ہی بزرگوں کے ارشاد عالیہ کے مطابق بڑے شوق سے ''مردود'' بنتے ہیں۔ یہ لوگ اب اس پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ احمدی حج بیت اللہ کے منکر ہیں۔ نیز یہ کہ احمدی حج کرنے قادیان جاتے ہیں۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کی وجہ سے اب جماعت کو یہ طعنہ دیا جاتا ہے۔ علماء کی ''خیانت'' اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ عرصہ دراز سے ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ کوئی احمدی حج بیت اللہ کیلئے مکہ معظمہ نہ پہنچ جائے۔ باقی ممالک سے تو احمدی آج بھی حج کی توفیق پا رہے ہیں۔ پاکستان میں صرف اس مقصد کیلئے مولویوں نے پاسپورٹ میں ''مذہب کا خانہ'' رکھوایا ہے کہ احمدی حج کا سفر اختیار نہ کر سکیں۔ دنیا کے کسی ملک کے پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ موجود نہیں۔ یہ خانہ خرابی صرف پاکستان کے پاسپورٹ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں بعض پاکستانی بھی اپنے جرائم کی وجہ سے جیلوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ سعودی عرب میں کئی پاکستانیوں کے سر بھی قلم کئے جا چکے ہیں۔ کوئی ان بھلا مانسوں سے پوچھے کہ اس صورت حال سے پاکستانی پاسپورٹ میں ''خانہ اسلام'' کی کون سی نیک نامی ہو رہی ہے؟ پاکستان میں بہت سے شعبے اور محکمے، کرپشن کا شکار ہو چکے ہیں۔ بدقسمتی سے حج کے معاملات بھی بدعنوانیوں کی زد میں آ چکے ہیں۔ مذہبی امور کے وزیر کی گرفتاری تک نوبت آ چکی ہے

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا　　کہتی ہے تجھ کو خلقِ خُدا غائبانہ کیا

پاکستانی پاسپورٹ میں ''مذہب کے خانے'' کا پھریرا شوق سے لہراتے رہیئے!!

جلسہ سالانہ اور متلاشیانِ حق

جلسہ سالانہ کی ایک اور قابلِ ذکر برکت کا تعلق متلاشیانِ حق کی ہدایت اور سلسلہ حقہ سے وابستگی سے ہے۔ جلسہ سالانہ کی پاک تاثیرات کی بدولت اب تک ہزار ہا سعید روحوں پر احمدیت کی صداقت منکشف ہو چکی ہے۔ اس برکت کا ظہور حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ میں بھی ہوا اور بعد میں خلفائے عظام کے ادوار میں بھی اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ہر سال مختلف ممالک میں، جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سے متلاشیانِ حق بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ تاثر درست نہیں کہ جلسہ سالانہ ایک ایسا دینی اجتماع ہے جو خالصۃً احمدی احباب و خواتین اور بچگان کیلئے مختص ہے بلکہ اس کے برعکس جماعت کے عمائدین اور منتظمین کی یہی کوشش رہی ہے کہ غیر از جماعت طالبانِ حق کو بھی جلسہ میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے۔ میرے بچپن کی یادوں میں سے بار بار تازہ ہونے والی ایک یاد یہی ہے کہ مقامی جماعت کے افراد، جلسہ سالانہ کے موقع پر ہر سال غیر احمدی احباب و خواتین کو بھی ساتھ لایا کرتے تھے۔ بلکہ اس مقصد کیلئے جماعتوں کو مرکز سے اپیل بھی موصول ہوا کرتی تھی۔

کچھ عرصہ سے جماعت کے مخالف، متعصب عناصر پہلے کی نسبت زیادہ سرگرم ہیں۔ خاص طور پر اب تو دہشت گردی کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔ اس لئے احتیاطی تدابیر کو پیشِ نظر رکھنا شرکائے جلسہ کی حفاظت کیلئے نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا رجسٹریشن، حفاظت کا نظام، سامعین، زائرین، منتظمین، والینٹیئرز، وغیرہ کیلئے شناختی کارڈ، بیج وغیرہ ضروری ہیں۔ پھر جلسہ گاہ میں داخل ہوتے وقت سامان کی چیکنگ، بیگ یا پرس کی تلاشی، Metal Detector کا استعمال یا سکینگ کے جدید طریقوں سے استفادہ ''مومن کی گم شدہ متاع'' ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر از جماعت زائرین کا داخلہ ممنوع اور حرام ہے۔ وہ بھی رجسٹریشن اور حفاظتی طریق کار کے بعد جلسہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بدلے ہوئے حالات میں جماعت نے یقیناً ایسے متلاشیانِ حق اور زیرِ تبلیغ دوستوں کی شرکت کیلئے بھی کوئی نہ کوئی طریق کار وضع کیا ہو گا۔ جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ جلسہ سالانہ کی بدولت، جماعت کو بے شمار مفید، مبارک اور نافع الناس ممتاز خدام سلسلہ عطا ہوئے۔ اختصار کی مجبوری کے پیش نظر یہاں صرف چند مثالیں ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔

حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک کی ایک مثال

حضورؑ کی زندگی میں طالبانِ حق خود حاضر ہو کر بیعت کرتے رہے۔ کئی لوگوں کو خط کے ذریعے بیعت کی توفیق ملی۔ سینکڑوں متلاشیانِ حق جلسہ سالانہ کے موقع پر بیعت ہوئے۔ ان حضرات میں سے میں نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی مثال کا انتخاب کیا ہے۔ حضرت میر صاحب حضورؑ کے خُسر تھے مگر انہوں نے ابتداء میں حضورؑ کا دعویٰ تسلیم

نہیں کیا (مذہب کی تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں بلکہ تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں، مثلاً ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد، ابوسفیان لمبے عرصے تک حضورؐ کے مخالف رہے بلکہ بعض جنگوں میں لشکرِ کُفر کے سپہ سالار بن کر آئے مگر فتح مکہ کے موقع پر حق آشکار ہوگیا)۔ حضرت میر ناصر صاحب نے خود لکھا ہے:

''مرزا صاحب نے مجھے بھی باوجودیکہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں ان کا مخالف ہوں نہ صرف مخالف بلکہ بدگو بھی''

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد5صفحہ637)

''اس مخالفت اور بدگوئی'' کے باوجود حضورؑ نے اُنہیں جلسہ سالانہ 1892ء میں شرکت کی دعوت دی۔ اس جلسہ نے ان کی کایا پلٹ دی۔ قبولِ حق کی توفیق ملی۔ حضرت میر صاحب نے قبولِ حق کی یہ داستان خود قلم بند فرمائی ہے جو آئینہ کمالاتِ اسلام میں درج ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے صفحہ 637تا 644)

1892ء کے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے بارے میں حضرت میر صاحبؓ کا یہ تاثر ملاحظہ فرمائیے:

''اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا ہے، امیر، غریب، نواب، انجینئر، تھانے دار، تحصیل دار، زمیندار، سوداگر، حکیم، غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ ہاں چند مولوی بھی تھے۔ مگر مسکین مولوی، مولوی کے ساتھ مسکین اور منکسر کا لفظ یہ مرزا صاحب کی کرامت ہے۔ مرزا صاحب سے مل کر مولوی بھی مسکین بن جاتے ہیں''

(بحوالہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5صفحہ 639)

حضرت میر صاحبؓ کا وجود جماعت کیلئے بہت مفید ثابت ہوا۔ اُنہیں جماعت کے متعدد تعمیری کاموں کی نگرانی کی توفیق ملی۔ ان کے صاحبزادوں اور پوتوں کو بھی جماعت کی عظیم الشان خدمات کی توفیق ملی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد خلافت سے ایک مثال

حضورؓ کی زندگی میں، صوبہ سرحد سے مہمند قبیلہ کے ایک خوش قسمت نوجوان، ارجمند خان صاحب، 1910ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دستِ مبارک پر احمدیت قبول کی۔ بعد ازاں، وہیں قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم مکمل کی۔ پھر اُسی مدرسہ کے استاد مقرر ہوئے۔ لمبے عرصے تک مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ اور آخر میں تعلیم الاسلام کالج میں پڑھاتے رہے (تاریخ احمدیت جلد5صفحہ107)۔ تعلیم الاسلام کالج کے اُس دور میں، دینیات (Theology) کے مضمون میں حضرت مولانا ارجمند خان صاحب سے مجھے بھی شاگردانہ نسبت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا غلام احمد صاحب بدوملہی، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور جناب ملک محمد عبداللہ صاحب سے بھی استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت سے مثالیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دورِ خلافت نصف صدی سے زاید عرصے پر محیط ہے۔ اس عہدِ سعادت میں بھی سلسلہ کے کئی مخالفوں کو جلسہ سالانہ پر آنے کے بعد قبولِ حق کی توفیق ملی۔ ہر ایک اپنے ذوق اور ظرف کے مطابق جلسہ سالانہ کے حسن وخوبی سے متاثر ہوا۔ بعض پر عبادات، دعاؤں اور رُوحانی ماحول کا اثر ہوا، کچھ نے علمی تقاریر اور دلائل کا وزن محسوس کیا، کئی والنٹیئرز کے نظم وضبط، اور جذبہ ءایثار وفدائیت سے متاثر ہوئے۔ عاجز اس وقت صرف تین ایسی مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے:

① حضرت مولوی غلام حسن خان پشاوریؓ ② حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب ③ حضرت شیخ روشن دین تنویر صاحب۔

حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابی تھے۔ مئی 1890 کی بیعت تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے خسر تھے۔ حضورؑ نے جب 1906ء میں صدر انجمن احمدیہ قائم فرمائی تو خان صاحب کو بھی اس کا ممبر نامزد فرمایا۔ مگر 1914ء میں اختلاف کے وقت، موصوف 'مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ اُن کی جماعت میں شامل ہوگئے اور 25 سال تک جماعت مبائعین کی ڈٹ کر مخالفت کرتے رہے۔ 1939 میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی دعوت پر قادیان تشریف لائے اور جلسہ سالانہ کی کارروائی دیکھنے چلے گئے۔ حضورؓ کی تقریر اور اس جلسہ کے مناظر اور ماحول نے کچھ ایسا اثر کیا کہ جنوری 1940 میں بیعت کر لی۔ بلکہ قادیان سے بچھڑ جانے والی جماعت کے احباب کو قبول حق کی

تلقین فرماتے رہے۔ یکم فروری 1943ء کو حضرت خان صاحب کا انتقال ہوا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں صحابہ کے قطعہ ءخاص میں دفن ہوئے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔ تاریخ احمدیت جلد 8صفحہ 28,26اور459، ایڈیشن2007ء)

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

ملک صاحب جماعت احمدیہ کی شدید معاند جماعت مجلسِ احرار کے سرگرم رکن اور عہدیدار تھے۔ 1934 میں احرار نے ،شرارت اور فساد کی نیت سے قادیان میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ ملک صاحب بھی اپنے احراری ساتھیوں کے ساتھ قادیان پہنچے۔ اُس موقع پر احراری لیڈروں نے اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ وہ منارۃ المسیح کو منہدم کر کے اس کی اینٹیں دریائے بیاس میں پھینک دیں گے۔ بعض نے حضورؑ کے مزار کی بے حرمتی کا منصوبہ بنایا۔ ان خیالات سے مجلس احرار کے مزاج اور خدوخال کی جان پہچان ہوسکتی۔ احرار اپنی کانفرنس کے بعد خائب وخاسر قادیان سے واپس چلے گئے۔ ملک صاحب تحقیق حق کیلئے 1934ء کے جلسہ سالانہ میں زائر کے طور شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ملک صاحب کی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ لمبے عرصے تک اُنہیں سلسلہ عالیہ کی گرانقدر خدمات کی توفیق ملی۔ ''احرار'' کا یہی عہدیدار بعد میں مفتی سلسلہ، استاذ الجامعہ، رئیس الجامعہ، (پرنسپل جامعہ احمدیہ) کے عہدوں پر فائز ہوا۔ اس عظیم مصنف، محقق اور فقیہہ کے قلم نے کئی شہہ کار کتابوں کو جنم دیا۔ (تمام تفصیلات جاننے کے خواہشمند قارئین، ماہنامہ خالد ربوہ کا ملک سیف الرحمٰن صاحب نمبر ملاحظہ فرمائیں۔)

حضرت شیخ روشن دین تنویر صاحب

بزرگوار م تنویر صاحب کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔ قانون کی ڈگری حاصل کی۔ پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے سخت مخالف، جب انہوں نے 1939ء میں جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو سیالکوٹ کے احمدیوں کو یقین نہ آیا کہ ایسا مخالف ومعاند بھی جلسہ پر جانا گوارا کرسکتا ہے۔ شیخ صاحب جلسہ پر گئے۔ جلسے کے پروگرام سے متاثر ہوئے مگر بیعت کئے بغیر واپسی کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر کے دوران ریل گاڑی میں، ایک احمدی مسافر سے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتاب ''انقلاب حقیقی'' لے کر پڑھنی شروع کی۔ شیخ صاحب ایک علمی شخصیت اور نکتہ رس نقاد تھے۔ اس مطالعہ نے آنکھیں کھول دیں۔ جلسے کے خاموش اثر نے ان کے وجود میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ سیالکوٹ واپس پہنچ کر بیعت کا عریضہ لکھ دیا ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

محترم شیخ صاحب نے اس انقلابی تبدیلی کا ذکر اپنے قلم سے رقم فرمایا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے۔ تاریخ احمدیت جلد8صفحات 221تا224، ایڈیشن2007ء)

محترم شیخ صاحب کو اکتوبر 1946ء میں روزنامہ الفضل کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا اور انہیں سالہا سال تک جماعتِ احمدیہ کے اس ترجمان کی ادارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ''صورِ اسرافیل'' ان کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے۔ الفضل کے زوردار اداریوں کے علاوہ انہوں نے متعدد ٹھوس مقالات بھی رقم فرمائے (اسلام میں ارتداد کی سزا، الامام المہدی، الجہاد وغیرہ) خلافتِ ثالثہ اور رابعہ میں بھی ایسے متلاشیانِ حق کو سالانہ جلسوں کے موقع پر سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی توفیق ملتی رہی ہے بلکہ ''عالمی بیعت'' کا ایمان افروز منظر خلافتِ رابعہ کے دور میں جلسہ سالانہ کی خصوصیت بن گیا۔ جو احباب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ سفرِ یورپ کی رپورٹوں کو سلسلہ کے اخبارات وجرائد میں پڑھتے رہے ہیں، جانتے ہیں کہ مختلف ممالک کے سالانہ جلسوں کے دوران بہت سی سعید روحوں کو قبولِ حق کی توفیق ملتی رہی ہے، الحمدللہ۔

آخر میں ایم ٹی اے کی عظیم نعمت کا جذباتِ تشکّر کے ساتھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ربوہ میں منعقد ہونے والے جلسوں کی یاد قلب ونظر کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے مہمانوں کے قیام وطعام کی خدمت سے متعلق ڈیوٹی دینا اچھی طرح یاد ہے۔ وہ روحانی نشے اور سرور کے دن ہوتے تھے۔ سیرالیون (مغربی افریقہ) کے سالانہ جلسے بھی یاد ہیں۔ ''افسر جلسہ گاہ'' کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ، ہر سال تقریر کرنا بھی یاد ہے۔ امریکہ نقل مکانی کے بعد یہاں چند جلسوں میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اب صحت اور بعض موانع کی وجہ سے شمولیت مشکل نظر آنے لگی ہے۔

اس مجبوری ومعذوری کے باوجود، ایم ٹی اے کی برکت سے مرکزی جلسہ سالانہ کے موسم میں تسکین اور روحانی لذّت کی قندیلیں روشن ہوجاتی ہیں بلکہ جدید ٹیکنالوجی، امام الزمان علیہ السلام کی خدمت پر کچھ اس طرح کمربستہ ہے کہ پہلے جو جلسے ایم ٹی اے کی بدولت گھروں تک پہنچے تھے اب فون کی بعض اقسام کے ذریعے عُشاق کی جیبوں تک پہنچ گئے ہیں۔ اب تو جلسہ سالانہ پردۂ دل پر موجود روایتی ''تصویرِ یار'' بن گیا ہے ع جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

قسط دوم

قطبی ستارے

سانحۂ لاہور کے زندہ وتابندہ کردار

جمیل احمد بٹ، کراچی پاکستان

شہداء کے بچوں کے چند اظہار

مطبوعہ رسالہ انصاراللہ نومبر/دسمبر 2010ء

'بہت ہی پیار کرنے والے اور شفیق والد تھے'۔ 'ہمارے ابو ہمیں بہت پیار کرتے تھے'۔ 'ہمیشہ دوسروں پر حسن ظن رکھتے خاص طور پر اپنے بچوں پر'۔ 'ہم نے اپنی زندگی میں کبھی ان کو نہیں دیکھا کہ محسوس کیا ہو کہ میری بیٹیاں ہی ہیں اور بیٹا نہیں ہے بلکہ انہوں نے بیٹوں سے بڑھ کر ہماری تعلیم وتربیت کی، دنیاوی تعلیم کے حوالے سے آپ نے کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا آپ کہتے تھے کہ جہاں تک پڑھ سکتی ہو میں پڑھاؤں گا'۔ 'میرے ابو نہایت ہی شفیق باپ تھے انہوں نے ساری زندگی ہم کو ڈانٹا تک نہیں جو کچھ سمجھایا پیار سے ہی سمجھایا (بیٹی)'۔ 'میں ہمیشہ ہر موقع اور ہر مسئلہ کے لئے ابو سے راہنمائی مانگا کرتا تھا (بیٹا)'۔ 'ہم پر سختی کی بجائے دعاؤں پر زور دیتے تھے (بیٹا)'۔ 'میرے ابو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے مجھے ہمیشہ کہتے تھے کہ نماز پڑھو (بیٹی)'۔ 'ہماری تمام ضرورتوں کا خیال رکھتے، ابو نہایت ہی نرم دل تھے مجھے نہیں یاد کہ آج تک ابو نے مجھے مارا ہو (بیٹی)'۔ 'ہمارے ابو بہت ہی ہمدرد تھے اور ہمیشہ ڈانٹنے کی بجائے نصیحت کیا کرتے تھے (بیٹی)'۔ 'کئی لوگ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ہمارے ابو نے بیٹیوں کو زیادہ توجہ دی ہے (بیٹی)'۔ 'میرے والد مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میری والدہ بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں لیکن انہوں نے مجھے کبھی بھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی (بیٹا)'۔ 'میرے ابو بہت ہی اچھے انسان تھے ان کے تعلقات ہمارے ساتھ بہت ہی اچھے تھے'۔

'ایک بہو نے لکھا، جب میری شادی ہوئی تو کہتے تھے تم میری بیٹی جیسی ہو اور انہوں نے یہ ثابت بھی کیا اور مجھے بیٹیوں سے بڑھ کر پیار کیا'۔

چھوٹے بچوں کی ایک ماں نے لکھا' کہتے تھے کہ بیشک بچے ابھی چھوٹے ہیں لیکن وہ خطبات دیکھیں ضرور تا کہ بڑے ہو کر ان میں یہ عادت آسکے۔

جان ہتھیلی پر لئے

ان جان نثاروں میں بہت سے ایسے تھے جن کا شوقِ قربانی پہلے ہی دل کے نہاں خانوں سے نکل کر ان کی زبانوں پر آتا رہا تھا وہ گزشتہ شہداء کے تذکروں پر رشک کرتے اور دل سے چاہتے تھے کہ وہ بھی اپنی جانیں اللہ کی راہ میں گزار کر اس مقام کو پالیں۔ ایسے چند اظہار درج ذیل ہیں:

☆...... مکرم منیر احمد شیخ صاحب نے شہادت سے ایک دن قبل اپنی بہن کو کہا' آپا اصل جنت کی ضمانت تو شہادت سے ملتی ہے'۔

☆...... مکرم کیپٹن ریٹائرڈ مرزا نعیم الدین صاحب کو شہادت کی بڑی تمنا تھی۔

☆...... مرزا اکبر بیگ صاحب بھی کسی کی شہادت ہوتی تو کہا کرتے تھے کہ کبھی ایسا موقع آئے تو ہم بھی شہید ہوں۔ (جولائی 1998ء واہ کینٹ میں) اپنے ماموں کی شہادت پر کہا کہ کاش ان کو لگنے والی گولی مجھے لگی ہوتی۔

☆...... مکرم ولید احمد (بعمر سترہ سال) کی عمر جب گیارہ سال تھی تو ایک سوال کے جواب میں کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ کہنے لگے میں بڑا ہو کر اپنے دادا جان (مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب جو 10 اپریل 1984ء میں محراب پور سندھ میں قربان ہوئے) کی طرح شہید بنوں گا۔

☆...... مکرم طاہر محمود احمد صاحب بعمر 53 سال کہتے تھے کہ میں گولیوں سے نہیں ڈرتا میں نے شہید ہی ہونا ہے۔

☆...... مکرم منور احمد صاحب بعمر 30 سال نے اپنے عزیزوں کو پہلے بتا دیا تھا بلکہ پچھلے سال شادی ہوئی ہے تو اپنی بیوی کو بھی پہلے دن کہہ دیا کہ میں نے تو شہید ہو جانا ہے اس لئے میرے شہید ہو جانے کے بعد کوئی واویلا نہ کرنا۔

☆...... مکرم سعید احمد طاہر بعمر 37 سال کی ڈائری میں کئی مقامات پر لکھا ہوا تھا، شہادت میری آرزو ہے انشاء اللہ۔ ایک جگہ تحریر ہے کہ اے میرے اللہ شہادت نصیب فرما۔ یہ گردن تیری راہ میں کٹے۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے تیری راہ میں ہوویں۔ پیارے حبیب کے صدقے میرے مولیٰ میری یہ دعا قبول فرما۔ آمین۔

☆...... مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ صاحب بعمر 83 سال کو امیر صاحب ضلع نے کہا کہ چوہدری صاحب باہر نکل جائیں تو انہوں نے جواباً کہا میں نے تو شہادت کی دعا مانگی ہے۔ ایک بار ایک اور موقع پر اپنے بیٹے سے کہا 'دشمن زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے ہمیں قربان ہی کر دے گا اور ہمیں کیا چاہیئے'۔

☆...... مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب بعمر 34 سال کی ڈائری کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ملا، بزدل بار بار مرتے ہیں اور بہادر کو صرف ایک بار موت آتی ہے۔ اپنی بہن کی ڈائری پر انہوں نے یہ شعر لکھا ؎

یہ اداعشق ووفا کی ہم میں.. اِک مسیحا کی دُعا سے آئی

☆...... مکرم مرزا منصور بیگ صاحب بعمر 29 سال کو ان کے قائد مجلس نے سانحہ والے دن جمعہ پر ڈیوٹی کے لئے یاد دہانی کا فون کیا تو انہوں نے جواب دیا قائد صاحب فکر نہ کریں اگر ضرورت پڑی تو پہلی گولی اپنے سینے پر ہی کھاؤں گا۔

☆...... مکرم نثار احمد صاحب بعمر 46 سال نے ایک دفعہ مخالفین کے جلسہ میں بدزبانی پر اکیلے جا کر انہیں ٹوکا واپس آنے پر اہلیہ نے کہا آپ اکیلے چلے گئے تھے مخالفین اتنے زیادہ تھے اگر وہ آپ کو مار دیتے تو کیا ہوتا تو جواباً کہا زیادہ سے زیادہ قربان ہو جاتا اس سے اچھا اور کیا تھا؟

☆...... مکرم محمود احمد بعمر 53 سال ایک روز وردی پہن کر خوب ناز سے چل رہے تھے ان کے دوست نے کہا ایسے کیوں چل رہے ہیں؟ تو جواباً کہا کہ جو بھی غلط ارادے سے آئے گا وہ میری لاش پر سے ہی گزر کر جائے گا۔

☆...... مکرم منور احمد قیصر صاحب بعمر 57 سال نے دار الذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کے دوران کئی دفعہ اس بات کا اظہار کیا کہ اگر کوئی حملہ کرے گا تو میری لاش سے گزر کر آگے جائے گا۔

☆...... مکرم محمود احمد شاد صاحب بعمر 47 سال کہتے ہیں 'میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر تو نے میری قربانی لینی ہے تو میں حاضر ہوں'۔

☆...... مکرم وسیم احمد صاحب بعمر 38 سال کی بہت تمنا تھی اکثر کہا کرتے تھے کہ کبھی میری زندگی میں ایسا وقت آیا تو میرا سینہ سب سے آگے ہوگا۔

☆...... مکرم ڈاکٹر عمر احمد صاحب بعمر 31 سال کو بچپن سے ہی شہادت کا شوق تھا دوسری یا تیسری کلاس میں تھے کہ میجر عزیز بھٹی کو خط لکھا اور اس کے نیچے لکھا میجر عمر شہید۔ شادی کے بعد اکثر شہادت کے موضوع پر بات کرتے رہتے تھے ایک دن کہنے لگے کہ میں نے بہت غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جنت میں جانے کا واحد شارٹ کٹ شہادت ہے لیکن میری قسمت میں کہاں؟ اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھنا جب بھی جماعت کو کوئی ضرورت ہوئی تو عمر پہلی صف میں ہوگا اور سینے پر گولی کھائے گا۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

جان نذر کرنے والے بہادر

دار الذکر اور مسجد نور میں اللہ کی عبادت کے لئے جمع ہونے والے یہ پاک نفوس اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ حیرت انگیز طور پر انتہائی بہادر اور جی دار تھے اس بہادری کا اظہار کئی طرح ہوا۔ جو ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے تھے وہ اس مشکل وقت میں بھی بہادری سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف رہے۔ جن کو موقع ملا وہ نہتّے ہوتے ہوئے بھی مسلح دشمن کو زیر کرنے کے لئے جھپٹ پڑے۔ جنہوں نے ساتھیوں کی جانوں کو خطرے میں دیکھا تو اڑ کر ان کے اور دشمن کے درمیان آئے اور اپنی جان نچھاور کر دی اور باقی سب نے کمال استقامت سے اس کڑے وقت کو جھیلا اور اپنے زخموں اور بہتے ہوئے خون کی پرواہ کئے بغیر بلا کسی اضطراب اور افراتفری کے ہدایات کی پابندی کی اور پورے سکون سے دعاؤں اور ذکر الٰہی میں مصروف رہ کر رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفرین کو لوٹا دیں۔ آخری وقت سے پہلے جس کو موقع ملا اس نے اپنے پیاروں کو بھی فون پر دعاؤں کی تلقین کر کے اللہ کے سپرد کر دیا۔

اس غیر معمولی بہادری کے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ادائیگی فرض میں جان کی قربانی

امیر ضلع مکرم منیر احمد شیخ صاحب کو خدام نے نیچے کی طرف یعنی Basement میں جانے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا اور جب فائرنگ شروع ہوئی ہے تو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر لوگوں کو کہا کہ بیٹھ جائیں اور درود شریف پڑھیں اور دعائیں کریں۔۔۔۔ پولیس کو بھی فون کیا؛

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 20 جولائی 2010ء)

مربی سلسلہ مکرم محمود احمد شاہ صاحب نے منبر نہ چھوڑا حملہ کے دوران آپ مسلسل لوگوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے رہے تھے جب حملہ آور مسجد کے اندر آیا تو آپ نے بلند آواز میں نعرہ بھی لگایا اور مسلسل درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ آپ کے سینے میں دو گولیاں لگیں

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 24 اگست 2010ء)

دار الذکر کے سیکیورٹی گارڈ مکرم محمود احمد صاحب مین گیٹ پر ڈیوٹی پر تھے سانحہ کے دوران انہوں نے ایک دہشت گرد کو پکڑنے کی کوشش کی اس کوشش میں ان پر فائرنگ ہوئی۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 10 اگست 2010ء)

مسجد نور کے سیکیورٹی گارڈ مکرم محمد انور صاحب مین گیٹ پر ڈیوٹی کر رہے تھے.... دہشت گرد قریب آیا اور اس نے فائرنگ شروع کر دی انہوں نے بھی مقابلہ کیا ایک خادم نے انہیں کہا کہ گیٹ کے اندر آ جائیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں شیروں کا کام پیچھے ہٹنا نہیں اور ساتھ ہی جوان

کے پاس ہتھیار تھا اس سے فائرنگ کی جس سے دہشت گرد زخمی ہو گیا لیکن پھر دوسرے دہشت گرد نے گولیوں کی ایک بوچھاڑ ماری جس سے وہیں موقع پر شہید ہو گئے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 20 جولائی 2010ء)

شہداء میں شامل درج ذیل خدام بھی ڈیوٹیوں پر تھے

مکرم عرفان احمد ناصر صاحب، (جنکی ڈیوٹی ٹریفک کنٹرول پر ہوتی تھی اس حوالے سے غالباً امکان یہی ہے کہ سب سے پہلے شہید یا پہلے چند شہیدوں میں سے ہونگے) مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب (جنہوں نے یہ کہہ کر خود ڈیوٹی لی کہ یہ ایک اعزاز الذکر میں آخری جمعہ ہے)۔ مکرم محمد شاہد صاحب (جن کی امیر صاحب کے ساتھ ڈیوٹی تھی اور محراب کے ساتھ کھڑے رہے) مکرم نور الامین صاحب (جنہوں نے اپنے گھر والوں اور دوستوں کو فون کیا کہ میں ایسی جگہ پر ہوں کہ اگر چاہوں تو نکل سکتا ہوں لیکن میری یہاں ڈیوٹی ہے) مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب (جنکی ڈیوٹی مین گیٹ پر تھی جب دہشت گردوں نے حملہ کیا تو یہ بھاگ کر انکو پکڑنے کے لئے گئے اور حادثہ کے اوّلین شہداء میں شامل ہو گئے)۔

(خطبات جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 20 جولائی، 25 جولائی اور 3 اگست 2010ء)

دو افراد نے MTA ریکارڈنگ کے لئے اپنے فرائض کی ادائیگی کی فکر میں اپنی جان کی قربانی دی۔ ان میں ایک مکرم کامران ارشد صاحب تھے جو فائرنگ کے شروع ہونے کے وقت بہادری کے ساتھ جان کی پرواہ کئے بغیر MTA کے لئے ریکارڈنگ کرنے کے لئے نکلے مگر اس دوران دہشت گردوں کی فائرنگ کی زد میں آ کر شہید ہو گئے اور دوسرے مکرم محمد آصف فاروق صاحب تھے جو دہشت گردوں کے حملے کے دوران ریکارڈنگ کرنے نکل پڑے اور اسی سلسلہ میں اوپر کی منزل سے اتر رہے تھے کہ دہشت گردوں کی گولی سے شہید ہو گئے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 20 جولائی 2010ء)

احساسِ ذمہ داری میں جان کی قربانی

مکرم شیخ مبشر احمد صاحب ڈیوٹی پر تو نہ تھے لیکن احساس ذمہ داری کے تحت انہوں نے مسجد نور میں ایک دہشت گرد کے آنے پر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی اور گولی کا نشانہ بن گئے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 3 اگست 2010ء)

تعمیل حکم میں جان کی قربانی

ایک اور دوست مکرم وسیم احمد صاحب تھے جو کسی ڈیوٹی پر نہ تھے لیکن جنہوں نے تعمیل حکم کی خاطر اپنی جان کی پرواہ نہ کی واقعات کے مطابق 'پہلی صف میں بیٹھے تھے دہشت گردوں کے آنے پر امیر صاحب کے حکم پر وہیں بیٹھے رہے اور دہشت گردوں کی گولیوں سے شہید ہو گئے'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل 10 اگست 2010ء)

دوسروں کی جان بچانے کے لئے اپنی جانوں کی قربانی

شہداء میں کئی بہادر وہ تھے جو دوسروں کو خطرے میں دیکھ کر اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر انکو بچانے کے لئے کوشاں ہوئے اور خود قربان ہو گئے۔ ان میں مکرم ناصر محمود خان صاحب بعمر 31 سال تھے جو سیڑھیوں کے نیچے کئی اور دوستوں کے ساتھ محفوظ تھے جب دہشت گرد نے ان لوگوں کی طرف گرینیڈ پھینکا تو اس بہادر نے اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا تا کہ دوسرے سب محفوظ رہیں اور چاہا کہ اسے حملہ آور کی طرف لوٹا دیں لیکن اس دوران گرینیڈ ان کے ہاتھوں میں پھٹ گیا اور دوسروں کو بچانے کی اس کوشش میں وہیں شہید ہو گئے۔

ان میں مکرم خلیل احمد سولنگی صاحب بعمر 51 سال تھے۔ یہ بھی ایک محفوظ جگہ پر تھے لیکن ایک زخمی بھائی کو بچانے کے لئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر باہر نکل آئے اور دہشت گرد کی فائرنگ کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے۔

ان میں مکرم محمد اشرف بھلر صاحب بعمر 47 سال تھے جو مسجد نور میں نمازیوں کو بچانے کے لئے ہال کے چھوٹے دروازے کو بند کر کے اس کے آگے کھڑے ہو گئے اور دہشت گرد کو دروازہ نہ کھولنے دیا جس پر اس نے باہر سے ہی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی آپ کی کمر چھلنی ہو گئی اور یوں دوسروں کو بچاتے ہوئے آپ موقع پر شہید ہو گئے۔

اسی طرح مکرم لعل خان ناصر صاحب بعمر 25 سال نے بھی دوڑ کر مسجد نور کے پچھلے دروازہ کو بند کر کے اسے مضبوطی سے تھام لیا اور دہشت گرد کو دروازہ نہ کھولنے دیا جس پر اس نے نالی اندر کر کے فائر کئے جو آپ کے سینے میں لگے اور آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے جتنی دیر انہوں نے دہشت گردوں کو روکے رکھا بیشتر احباب محفوظ جگہوں پر چلے گئے اور یوں آپ نے بہت سے دوستوں کو بچانے کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

(جاری ہے۔۔۔۔)

پردہ عورت کا حفاظتی حصار

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان
arshimalik50@hotmail.com

اسلام نے پردے کی شکل میں عورتوں کو اپنا علیحدہ تشخص عطا کیا ہے۔انہیں اپنے مستقل وجود کا احساس دلایا ہے۔مردوں کی ہوس کا شکار ہونے سے بچایا ہے۔ بلکہ پردے کی شکل میں وہ ہتھیار عطا کیا ہے جو ان کے تحفظ کا ضامن ہے۔

لیکن آج ہم ایک ایسے دور میں داخل ہو چکے ہیں، جہاں خواتین کی آزادی، حقوق، مرد و زن کی مساوات، انسانی آبادی کی بہبود اور روشن خیال تہذیب جیسے نعروں کی آڑ لے کر شیطانی تہذیب عام کرنے والے افراد اور ادارے اپنا شرانگیز کام کر رہے ہیں۔

بد قسمتی سے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ، اس شیطانی تحریک کا سب سے موثر ذریعہ بن چکے ہیں اور اخبارات و رسائل بھی دانستہ یا نا دانستہ اس عمل میں استعمال ہو رہے ہیں۔ شیطانی تہذیب کے فروغ کے لئے کام کرنے والوں کا سب سے بڑا ہدف مسلمانوں کی نئی نسل اور خواتین ہیں، وہ انہیں گمراہ کر کے انسانیت کے لئے روشنی کی آخری کرن بھی ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ''حقوقِ نسواں'' کے نام پر'' بربادئ نسواں'' کا کام کرنے والی بہت سی تحریکیں سرگرم ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ انہی کے ہتھیار سے ان پر جوابی حملہ کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ تمہاری تہذیب کو چھوڑ کر اسلام کی طرف رجوع کرنے والی نومسلم عورتوں کے پردے کے بارے میں خیالات کیا ہیں؟ اور تمہاری نمائشی اور جھوٹی چکا چوند والی تہذیب کے بارے میں نظریات کیا ہیں؟

اسی غرض سے یہ چند اقتباسات اکٹھے کئے گئے ہیں۔

شریفہ، سابقہ نام کارلوالاندلوسیا، امریکہ

بطور غیر مسلم مغربی سوسائٹی میں رہتے ہوئے نظریہ شرم وحجاب کی میرے ذہن میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔اپنی نسل کی دیگر خواتین کی طرح میں بھی اسے ایک فضول اور دقیانوسی چیز شمار کرتی تھی۔ مجھے ان مسلمان عورتوں پر ترس آتا جو برقع پہنے ہوئے ہوتیں یا پھر'' بیڈ شیٹ'' لپیٹے سڑکوں پر چلتی پھرتی نظر آتیں۔میں حجاب والی چادر کو بیڈ شیٹ ہی کہتی تھی''

جب اللہ نے میری راہنمائی فرمائی اور میں نے مسلمان ہو کر حجاب پہنا، تو بالآخر اس ماحول سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی۔جس میں میں رہ رہی تھی۔اب میں اُس سوسائٹی کو اس کے اصل رنگ وروپ میں دیکھنے کی بھی اہل ہوگئی۔اب میں دیکھ سکتی تھی کہ اس سوسائٹی میں سب سے زیادہ قدر اُن خواتین کی ہوتی ہے جو عوام کے سامنے اپنے آپ کو سب سے زیادہ ننگا کر دیتی ہیں۔مثلاً اداکارائیں، ماڈل گرلز اور ڈانسرز وغیرہ۔

میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ جس نے سر پر اسکارف لینے کے بعد مجھے ایک پہچان دی۔میں ان لوگوں سے دور ہوتی گئی، جو کسی طرح بھی میری روح اور دل سے ہٹ کر میری شناخت کرتے تھے۔جب میں نے سر کو ڈھانپ لیا تو میں حسن و جمال کے استحصال کے باعث ہونے والے استحصال سے بچ گئی۔جب میں نے سر کو ڈھانپا تو لوگوں نے دیکھا کہ میں اپنا احترام کرتی ہوں تو وہ بھی میرا احترام کرنے لگے میں نے سر کو ڈھانپ کر سچائی کے لئے اپنے ذہن کو کھول دیا''۔

یاسمین، سابقہ نام للّی، سابقہ مذہب عیسائیت، فرانس

اُن سے جب پاکستان کے بارے میں ان کے خیالات پوچھے گئے تو انہوں نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

''سب سے زیادہ دکھ اور حیرت اس بات پر ہوئی کہ ایک مسلمان ملک میں خواتین پردے کے بغیر کھلے عام گھومتی ہیں۔فرانس میں تو ہمیں پردے میں دقت پیش آتی ہے لیکن پاکستان میں تو کوئی وجہ نہیں کہ پردے کے احکامات پر عمل نہ کیا جائے۔کاش یہ خواتین مغربی تہذیب کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں، تو پھر کبھی اس کی تقلید کی خواہش نہ کریں۔بے حجابی عورت کو بے وقعت بنا دیتی ہے، اسلام نے عورت کو بے حساب عظمت عطا کی ہے۔۔۔۔اسلام میں عورت ایک ہیرے کی مانند ہے۔جبکہ مغربی تہذیب میں محض ایک پتھر ہے جو ادھر اُدھر لڑھکا دیا جاتا ہے۔خدارا مغربی تہذیب کی چکا چوند پر مت جایئے۔دُور کے ڈھول سہانے ہیں۔ایک قدم اللہ کی طرف اٹھایئے اللہ خود بڑھ کر آپ کو تھام لے گا۔

ثریا، سابقہ نام کملا داس، سابقہ مذہب ہندو، بھارت

'' مجھے مسلمان عورتوں کا برقعہ بہت پسند ہے۔میں پچھلے 24 برسوں سے پردے کو ترجیح

دے رہی ہوں۔ جب کوئی عورت پردے میں ہوتی ہے تو اسے احترام ملتا ہے، کوئی اس کو چھونے اور چھیڑنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔ اس سے عورت کو مکمل تحفظ ملتا ہے۔

اس ایک سوال پر کہ کیا برقعہ آپ کی آزادی کو متاثر نہیں کرتا؟ ثریا نے کہا

''مجھے آزادی نہیں چاہیئے، مجھے اپنی زندگی کو باضابطہ اور با قاعدہ بنانے کے لئے گائیڈ لائین کی ضرورت تھی۔ ایک خدا کی تلاش تھی جو تحفظ دے۔ پردے سے عورت کو مکمل تحفظ ملتا ہے۔ پردہ تو عورت کے لئے ایک بُلٹ پروف جیکٹ ہے۔''

خولہ لگاتا، سابقہ مذہب 'عیسائیت، جاپان

''اگر چہ میں حجاب کی عادی نہ تھی، لیکن اپنے مذہب کو تبدیل کرنے کے بعد فوراً ہی اس کا فائدہ محسوس کرنے لگی۔ مسجد میں اتوار کے اسلامی لیکچر میں پہلی مرتبہ شامل ہونے کے چند دن بعد میں نے سکارف خریدا۔ مجھ سے کسی نے سکارف پہننے کو نہیں کہا تھا۔ میں مسجد اور وہاں کی دوسری مسلمان بہنوں کے احترام میں ایسا کرنا چاہتی تھی۔ میں اتوار کی آمد کے لئے بے قرار تھی۔ لیکچر روم جانے سے پہلے میں نے وضو کیا اور سکارف پہنا۔ اس تجربے نے مجھے اتنا مسرور اور مطمئن کیا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد بھی اس مسرت کو اپنے دل میں محفوظ کرنے کے لئے میں سکارف پہنے رہی۔ عوام میں یہ میرا سکارف پہننے کا پہلا مظاہرہ تھا۔ اور مجھے اپنے اندر ایک فرق کا احساس ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو پاکیزہ اور محفوظ سمجھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگئی ہوں۔

میں اپنے نئے ماحول میں مطمئن تھی۔ حجاب صرف اللہ کی اطاعت ہی کی علامت نہیں تھا بلکہ میرے عقیدے کا برملا اظہار بھی تھا۔ ایک حجاب پہننے والی مسلمان عورت جمِ غفیر میں بھی قابلِ شناخت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کسی غیر مسلم کا عقیدہ الفاظ کے ذریعے بیان کرنے پر ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ یہ میرے عقیدے کا واضح اظہار ہے۔ یہ دوسروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود کی یاد دہانی، اور میرے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کرنے کی یاد دہانی تھی۔ میرا حجاب مجھے مستعد ہونے پر آمادہ کرتا ہے کہ ''ہوشیار ہوجاؤ'' تمہارا طرزِ عمل ایک مسلم کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح پولیس کا ایک سپاہی اپنی وردی میں اپنے پیشے کا لحاظ رکھتا ہے۔ اسی طرح میرا حجاب بھی میری مسلم شناخت کو تقویت دیتا ہے۔''

برٹش ٹیلی ویژن کے عملہ کی ایک خاتون' میری واکر

آخر میں ایک برٹش ٹیلی ویژن کے عملہ کی ایک خاتون میری واکر کے مضمون کا اقتباس مناسب ہوگا۔ جس نے پردہ یا حجاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ خاتون Living Islam سیریز کے فلمائے جانے کے دوران مختلف اسلامی ممالک میں گئیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ:

میں دو نائیجیرین خواتین زینہ اور فاطمہ سے بھی ملی۔ یہ دونوں خواتین بھی اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تھیں لیکن اب مغربی طرزِ زندگی کو چھوڑ کر باپردہ زندگی گزار رہی تھیں۔ جب انہوں نے بولنا شروع کیا تو ان کے جوابات میں مجھے اپنی اقدار پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اُن کا کہنا تھا کہ ''نقاب ایسے طرزِ زندگی کو دھتکارنے کا نام ہے جو عورت کی تذلیل کا موجب ہے جبکہ اسلام نے عورت کو عزت ووقار کے ایک بلند مرتبہ پر فائز کیا ہے۔ یہ آزادی نہیں کہ جہاں تم عورتوں کو برہنہ ہونے پر مجبور کرو صرف اس لئے کہ مرد عورتوں کو برہنہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ تو ظلم ہے ظلم۔۔۔ جس طرح تمہاری نظروں میں نقاب مسلمانوں کے ظلم کا عنوان ہے بالکل اسی طرح ہماری نظروں میں منی سکرٹ اور مختصر بلاؤز ظلم کی علامت ہیں''۔

میری واکر نے کہا کہ ''مغرب میں مرد عورتوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ وہ ہمیں یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم آزاد ہو چکی ہیں، لیکن درحقیقت ہم مردوں کی نگاہوں کی اسیر ہو چکی ہیں۔ چاہے میں لباس کے بارے میں کتنا ہی اپنی خواہش پر اصرار کروں۔ لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کرسکتی کہ میرا انتخاب اکثر اس بات کا مرہونِ منت ہوتا ہے کہ میں کس لباس میں مردوں کو زیادہ پُرکشش نظر آؤں گی۔ ایک حد تک مسلمان خواتین مجھ سے زیادہ آزاد ہیں۔ کیونکہ مجھے اپنی قسمت پر اختیار کم ہے۔ اب میں ان خواتین کو یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ وہ ظلم کا شکار ہیں اور میں نہیں ہوں۔ میری زندگی بھی مردوں کے دائرۂ اثر سے خالی نہیں جیسا کہ ان کی۔ لیکن مجھ سے تو انتخاب کی آزادی تک چھین لی گئی ہے۔ ان خواتین کے حالات اور دلائل نے بالآخر میری اپنی آزادی کے بارے میں، اپنے تصورات کی خامیوں کو مجھ پر آشکار کر دیا۔''

میری واکر کے مضمون کا یہ اقتباس اور یہ حُسنِ اعتراف'' اہلِ مغرب کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ اور ان مسلمان اور احمدی خواتین کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بھی جو اندھا دھند مغربی عورت کی نقالی میں مصروف ہیں۔ اُن کو یہی پیغام دینا چاہوں گی کہ:

ہم کو آزادی نہیں عرشی خدا درکار ہے
ہم بہت مسرور ہیں پردے میں قصہ مختصر

☆......☆......☆......☆

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے

کیونکہ آپ میں خدائی صفات کا فقدان ہے

مظفر احمد دُرّانی، فاضل عربی

توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ اتنا واضح ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والے اس کے اقراری ہیں۔ اگر چہ کہ وہ بظاہر سینکڑوں معبودوں کے پجاری بن چکے ہیں۔ ان جھوٹے معبودوں کو وہ وسیلہ وذریعہ کا نام دے کر ایک بالا طاقت وہستی کا اقرار ضرور کرتے ہیں۔قرآن کریم نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (الصّٰفّٰت: 36) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کا دوٹوک فیصلہ کر کے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

ہمارے مسیحی دوست بھی خدا کی توحید کے اقرار کے ساتھ ساتھ تثلیث یعنی تین خداؤں کے وجود کے بھی قائل ہیں۔ اگر چہ کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حضرت یسوع مسیح کو خدا قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی حضرت یسوع مسیح نے خود کبھی خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ ساری بائبل ان دعووں سے خالی پڑی ہے۔ یعنی جس راز کا علم نہ تو خدا کو ہوا اور نہ ہی حضرت یسوع مسیح کو ہو سکا، آج کا عیسائی اسی بات کو سب سے زیادہ اچھال رہا ہے جس کی کوئی دلیل ہے نہ ثبوت۔

آج کے مضمون میں یہ عاجز بائبل سے خدا تعالیٰ کی صفات کی نشان دہی کر کے بائبل سے ہی یہ ثابت کرے گا کہ حضرت یسوع مسیح میں بائبل کی ہی بیان کردہ خدائی صفات کا فقدان ہے۔

بائبل کی رو سے خدائی صفات

بائبل مقدس میں خدا تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

خدا آزمایا نہیں جاتا

بائبل نے خدا کی ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ اسے آزمایا نہیں جاتا۔ لکھا ہے: ''جب کوئی آزمایا جائے تو یہ نہ کہے کہ میری آزمائش خدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے۔''

(یعقوب باب1 آیت 13)

اب بائبل کے بیان کے مطابق خدا تو وہ ہوا جو آزمایا نہیں جاتا۔ آیئے اب دیکھیں حضرت یسوع مسیح اس صفت پر پورے اترتے ہیں یا نہیں۔ فیصلہ تو جائزہ کے بعد ہی ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے۔''

(متی باب4 آیت 1)

اس بیان کی رو سے یسوع ابلیس کے ہاتھوں آزمایا جاتا رہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یسوع مسیح میں یہ خدائی صفت نہیں تھی۔ اس لئے آپ خدا نہیں ہو سکتے۔

خدا کو موت نہیں ہے

خدا تعالیٰ وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اور یہی خدا کی شان ہے کہ وہ لازوال ہو اور اسے موت نہ آئے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ میری مملکت کے ہر ایک صوبہ کے لوگ دانی ایل کے خدا کے حضور ترساں ولرزاں ہوں کیونکہ وہی زندہ خدا ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور اس کی سلطنت لازوال ہے اور اس کی مملکت ابد تک رہے گی۔''

(دانی ایل باب6 آیت 26)

بائبل کے اس بیان کے مطابق خدا تعالیٰ کی ذات زندہ، قائم، لازوال اور ابد تک ہے۔ آیئے دیکھیں کیا یسوع مسیح میں یہ خدائی صفت موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔''یسوع نے پھر بڑی آواز میں چلّا کر جان دے دی۔'' (متی باب 27 آیت 50)

پس وہ وجود جو فوت ہو گیا اور زندگی کا تسلسل باقی نہ رکھ سکا، خدا نہیں ہو سکتا۔ مسیحی دوست یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب کی لعنتی موت مرے تھے۔ لیکن ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یسوع مسیح کی دعاؤں کے طفیل انہیں لعنتی موت سے نجات دی۔ آپ صلیب سے زندہ وسلامت اتارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرقی ممالک کی طرف ہجرت کی توفیق عطا فرمائی تاکہ آپ اپنی گم شدہ بھیڑوں کو تلاش اور اکٹھا کر سکیں۔ آپ نے کامیاب زندگی بسر کرنے کے بعد ایک سو بیس سال کی عمر میں طبعی وفات پائی اور سری نگر شہر کے محلّہ خانیار میں دفن ہوئے، جہاں آج تک آپ کی قبر موجود ہے۔

ذریعہ موت کے اس فرق کے باوجود مسیحی اور ہم اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت یسوع مسیح پر موت آئی۔ پس وفات پانے اور دائمی زندگی کے تسلسل کے انقطاع کے باعث حضرت یسوع مسیح خدائی صفت سے محروم ہیں، اس لئے آپ خدا نہیں ہو سکتے۔

خدا عالم الغیب ہے

خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ہر ظاہری و پوشیدہ بات کو جانتا ہے حتّٰی کہ دلوں پر بھی اس کی نظر ہے۔اور یہ کہ وہ کسی امر سے لاعلم نہیں۔لکھا ہے:

''تُو آسمان پر سے جو تیری سکونت گاہ ہے، سُن کر معاف کر دینا اور ایسا کرنا کہ ہر آدمی کو جس کے دل کو تو جانتا ہے اُسی کی ساری روِش کے مطابق بدلا دینا۔ کیونکہ فقط تو ہی سب بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے۔'' (1۔ سلاطین باب 8 آیت 39)

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کے دلوں تک کو جانتا ہے اور یہ اس کی ایک خوبی اور صفت ہے۔ اب دیکھیں کہ حضرت یسوع مسیح میں یہ صفت کہاں تک پائی جاتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''اور (یسوع) جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا، اسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔'' (متی باب 21 آیات 18، 19)

اس حوالہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت یسوع مسیح کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس درخت پر پھل نہیں ہے۔ پس وہ وجود جسے اس معمولی بات کا بھی علم نہیں کہ درخت کو کب پھل لگتا ہے، وہ کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کی ذات تو وہ ہے جس کی پاتال تک نظر ہے۔ یہاں یسوع کو بھوک لگنا بھی قابلِ غور ہے کہ کیا خدا کو بھوک بھی لگا کرتی ہے؟

صرف یہی نہیں بلکہ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس بات کو خود اقرار کرتے ہوئے حضرت یسوع مسیح فرماتے ہیں:

''لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا مگر صرف باپ۔'' (متی باب 24 آیت 36)

پس خدا وہی ہے جو سب کچھ جانتا ہے، کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی قدر علم سے نوازے۔ اس آیت نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خدا اور یسوع مسیح کا علم برابر نہیں ہے۔ یعنی بعض امور کا علم خدا کو تو ہے مگر یسوع مسیح کو نہیں ہے۔

خاکسار یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ جس بات کا ذکر اوپر بائبل کے حوالہ سے کیا گیا ہے کہ خدا کی سکونت گاہ آسمان پر ہے، ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے جو ارض وسماء میں ہر جگہ موجود ہے۔(النساء :4، البقرۃ: 116، النور:36)

خدا تھکتا نہیں ہے

خدا تعالیٰ ہر ایک عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ بلکہ تمام اچھی صفات خدا تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ بائبل میں خدا تعالیٰ کی ایک صفت یوں بیان ہوئی ہے:

''کیا تُو نہیں جانتا؟ کیا تو نے سنا نہیں کہ خداوند خدائِ ابدی وتمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا۔ اس کی حکمت ادراک سے باہر ہے۔'' (یسعیاہ باب 40 آیت 28)

وہ خدا جو خالقِ کائنات ہے اور اس سارے نظامِ عالَم کا منتظمِ اعلیٰ ہے، تھکنا اور ماندہ ہونا اس کی شان نہیں ہے۔ بائبل کی بیان کردہ شانِ خدائی کو جب ہم حضرت یسوع مسیح کی زندگی میں تلاش کرتے ہیں تو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے یعنی خدا اگر تھکتا نہیں ہے تو حضرت یسوع مسیح خوب تھکتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اور یعقوب کا کنواں وہیں تھا چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کنویں پر یونہی بیٹھ گیا، یہ چھٹے گھنٹے کے قریب تھا۔'' (یوحنا باب 4 آیت 6)

یسوع مسیح کے تھکنے نے اسے خدائی صفت سے بہت دور کر دیا ہے۔ یہاں یہ نکتہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جو الفاظ خدا کی خدائی کے طور پر بائبل میں استعمال ہوئے ہیں کہ ''خدا تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا'' بعینہٖ ان الفاظ کی یسوع مسیح کی ذات میں نفی کی گئی ہے۔ یعنی ''یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر۔'' پس وہ وجود جو تھکتا تھا خدا نہیں کہلا سکتا۔

خدا قتل نہیں ہوسکتا

خدا تعالیٰ تمام طاقتوں کا مالک ہے جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ نہ تو اس کو موت ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اسے قتل کر سکتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''وہ تجھے پاتال میں اتاریں گے اور تو ان کی موت مرے گا جو سمندر کے وسط میں قتل ہوتے ہیں۔ کیا تو اپنے قاتل کے سامنے یوں کہے گا کہ میں الٰہ ہوں؟ حالانکہ تو اپنے قاتل کے ہاتھ میں الٰہ نہیں بلکہ انسان ہے۔''

(حزقیل باب 28 آیات 8،9)

بائبل کے اس بیان کے مطابق قتل ہونا خدا کی شان کے خلاف ہے۔ وہ خدا ہی کیا جو دوسروں سے مغلوب ومقتول ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ ہاں انسان قتل ہو سکتا

ہے۔ جب ہم یسوع مسیح کے حالات کا بائبل سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ آیت یسوع مسیح کی خدائی کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ لکھا ہے:

''ہمارے باپ دادا کے خدا نے یسوع کو جلایا جسے تم نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا تھا۔''

(اعمال باب 5 آیت 30)

بائبل کے بیان اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق یسوع مسیح قتل کر دیئے گئے تھے۔ پس جو قتل کیا جائے اسے خدا نہیں کہا جا سکتا۔

قرآن کریم بائبل کی اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ یسوع مسیح قتل ہو گئے تھے بلکہ فرماتا ہے کہ یہ یہود نامسعود کا جھوٹا دعویٰ تھا کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل وصلیب کی لعنتی موت سے بچا کر رفعت عطا فرمائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

(النساء آیات 158۔159)

پس جب یسوع مسیح صلیب پر قتل نہیں ہوئے تو اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں سنتِ انبیاء کے مطابق مشرقی ممالک کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اور وہاں پر کامیاب زندگی گزارنے کے بعد ایک سو بیس سال کی عمر میں طبعی وفات پا کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے، اور یہی آپ کے شایانِ شان ہے۔ یسوع مسیح کے مقتول ومصلوب ہونے کا بائبل کا بیان من گھڑت قصہ ہے۔

خدا نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے

خدا تعالیٰ کی صفات عدیم المثال ہیں جن کی بنا پر وہ ہر دوسرے سے امتیاز حاصل کرتا ہے اور نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے:

''دیکھو! اسرائیل کا محافظ نہ اونگھے گا نہ سوئے گا۔ خداوند تیرا محافظ ہے۔''

(زبور باب 121 آیات 4،5)

بائبل کے اس بیان کو قرآن کریم کی بھی تائید حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ وہ حی وقیوم ذات ہے جسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ (البقرہ: 256) پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ اونگھنے اور سونے سے پاک ہے۔ تو آیئے دیکھیں کہ کیا حضرت یسوع مسیح اس صفت سے کس قدر متصف تھے؟ لکھا ہے:

'' تب بڑی آندھی چلی اور لہریں کشتی پر یہاں تک آئیں کہ کشتی پانی سے بھر جاتی تھی۔ اور وہ (یسوع) خود پیچھے کی طرف گدّی پر سو رہا تھا۔ پس انہوں نے اسے جگا کر کہا؛ اے استاد! کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں؟

(مرقس باب 4 آیات 37،38۔ متی باب 8 آیات 23 تا 25)

پس خدا کی تو یہ شان ہے کہ اسے اونگھ تک نہیں آتی۔ دوسری طرف یسوع مسیح ہیں کہ آندھی اور طوفان کے وقت بھی ایسی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں کہ آنکھ ہی نہیں کھلتی۔ جبکہ دوسروں کو خوف کی وجہ سے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ یسوع مسیح خوب خوب سویا کرتے تھے۔ اور جو سوتا ہے وہ خدائی صفت کو کھوتا ہے، اسے خدا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی آنکھیں کھولے کہ ہم خدا اور اس کے بندوں کی پہچان کر کے، ہر ایک کو اس کا حق دے سکیں۔ آمین۔

جلسہ سالانہ یو ایس اے

محمد ہادی مونس پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

جلسہ سالانہ ہوا ہے رونما
پھر وہی انوار کا دریا بہا
پھر خلیفۃ المسیح کے فیض سے
ہو گیا بیدار ہر سویا ہوا
طائرانِ خوش نوا کی گونج سے
ہے سماں ایسا کہ جو پہلے نہ تھا
جلسہ گاہ آماجگاہِ نُور ہے
ضوفشاں آئے نظر ارض و سما
پھر وہی خوشبوئے گلہائے چمن
پھر وہی بادِ بہارِ جانفزا
آج تن آور ہے اے پیارے مسیح
پودا تیرے ہاتھ کا بویا ہوا
دشمنانِ احمدیت ، دیکھئے !
احمدیت کا سمندر ہے بپا
جلوہ اندھوں کو بھی آتا ہے نظر
آنکھ والے آنکھ سے پردہ ہٹا
جلسہء حضرت امامِ وقت سے
آج یو ایس اے حسین و خوشنما
ہو مبارک سب کو اے مونس یہاں
گنبدِ گردوں سے آئی ہے صدا

قادیان' میری بستی، میری یادوں کی بستی

پروفیسر رشیدہ تسنیم خان، فلاڈلفیا امریکہ

قادیان دارالامان کی موسمِ گرما کی ایک خنک شام، محلّہ دارالعلوم کے ایک شہتوت، امرود اور آم کے پودوں سے رُکے ہوئے صحن میں ہم پانچ چھ بہن بھائی شام کا کھانا ختم کر کے بیٹھے ہیں۔ لالٹین جلانے کی تیاری ہے، کہ باہر لال بورڈنگ (تحریک جدید) کے پیچھے اونچے اونچے شیشم کے درختوں سے گھرے ہوئے کھلے میدان سے گلی محلے کی لڑکیوں کا بُلاوا بلند ہوتا ہے: ''اُک دی لکڑی کڑک دا تیل آؤ سہیلیو کھیڈنے دا ویل''، سنتے ہی میں اور حفیظہ باہر بھاگ جاتی ہیں۔۔۔اور سامنے کھلے میدان میں ہمارے کھیل شروع ہو جاتے ہیں۔'' ہم آتے ہیں ہم آتے ہیں ٹھنڈے موسم میں''۔۔۔وغیرہ وغیرہ

ابا جی (ڈاکٹر خیر الدین صاحب بٹ) نے احمدیت قبول کرنے کے بعد قادیان کے قریب بھام میں ٹرانسفر کرا لی، کیونکہ ہم بچے بڑے ہو رہے تھے اور ہماری پڑھائی ضائع ہو رہی تھی، بھام سے چند میل دور قادیان میں لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے ہائی سکول تھا اور قادیان بھام کے وٹرنری ہسپتال کے حلقے میں آتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قدم کی برکت سے یہ بھی فیصلہ ہوا کہ قادیان دارالامان میں مستقل سکونت اختیار کر لی جائے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو ہماری رہائش کا انتظام شہر میں ہونے تک ہمیں سرکٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں ہم پہلی بار لنگر کی خوشبو دار دال اور تندوری روٹیوں سے فیضیاب ہوئے جنکی یاد اب بھی بھوک جگا دیتی ہے۔ جلد ہی محلّہ دارالبرکات شرقی میں مکان کرایہ پر لے لیا گیا۔ پھر ہم دارالعلوم میں مکان گروی لیکر اس میں منتقل ہو گئے۔ ابا جی ہر روز سائیکل پر بھام جاتے اور سرِ شام قادیان واپس آ جاتے۔

کچھ عرصے میں گروی کے مکان کے سامنے ابا جی نے اپنا مکان بنانے کے لئے پلاٹ خرید لیا۔ پلاٹ کے گرد چار دیواری کر کے مختلف پھل دار پودے لگا دیئے تھے۔ وہیں ہماری بھینس بندھی رہتی جس کے لئے ایک بیرک بنوا دی گئی تھی۔ ہم سب بچے نلکے کے پانی سے پودوں کو سرگرمی سے ہر روز سیراب کرتے کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ پودے ثمر بار ہو گئے۔ مکان کی تکمیل پر ہم اس میں منتقل ہوئے ہی تھے کہ پارٹیشن کا اعلان ہو گیا۔

اس زمانے میں قادیان میں ہر کھاتے پیتے گھرانے میں خالص دودھ دہی کی فراوانی کے لئے گائے، بھینس رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ اور نواب صاحب کے علاوہ کئی دوسرے احباب کے ہاں بھی پالتو جانور تھے۔ اس لئے ابا جی کی مدد کی ضرورت اکثر پڑتی رہتی۔ جس کے باعث اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور اور دوسرے شرفاء کے گھرانوں سے ہمارے روابط گہرے تھے۔ ہر موسم میں نواب صاحب کے باغ سے پھل ہمارے لئے سوغات کے طور پر آیا کرتے تھے۔

گھر میں ہم دو بہنوں، حفیظہ اور رشیدہ کو، باوجودیکہ حفیظہ مجھ سے دو سال بڑی تھی، بڑی چھیدی اور چھوٹی چھیدی کے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ بھائی مظہر اور امتیاز ہم سے بڑے تھے، اس لئے وہ ہماری کھیل میں نہیں آتے تھے۔ البتہ دونوں چھوٹے بھائی، سعید میرا اور منیر حفیظہ کا بھائی بنا کرتا تھا۔ یہ دونوں پیارے گڈے ہمارے ڈراموں کے کردار بھی ہوا کرتے تھے۔ میری اور حفیظہ کی دن میں کئی بار لڑائیاں اور کئی بار صلح ہوا کرتی تھی۔ جن میں یہ دونوں ہمارے زیادہ لاڈلے بن جایا کرتے تھے۔ میں ہزار کوشش کرتی کہ سعید کو گودی میں اٹھاؤں، مگر ناکام رہتی، کیونکہ سعید (مرحوم) مجھ سے وزن میں کچھ زیادہ ہی تھا۔ ایک دفعہ ہم گھر گھر کھیل رہی تھیں کہ میں نے اپنے کردار کو چارپائی پر چادر بچھا کر لٹایا ہی تھا کہ سعید تڑپ اُٹھا، چادر میں کہیں سوئی اٹکی ہوئی تھی جو سعید کی کمر میں سیدھی چبھ گئی تھی۔ آپا جی (ہماری والدہ مرحومہ) نے فوراً پکڑ کر نکال دی۔ سعید تو کچھ رو کر چپ کر گیا مگر میں دکھ سے سارا دن روتی رہی۔۔۔اس بھائی سے میرا پیار ایسا ہی تھا۔۔۔۔۔۔

وہ کیا گیا رفاقتوں کے سارے لطف گئے

منیر مرحوم بچپن میں بہت گورا، سیاہ بال، سیاہ آنکھیں اور نسبتاً نازک سا بچہ تھا۔ اسلئے میں اور حفیظہ اسے کھیلوں میں لڑکی بنایا کرتی تھیں۔ ضد کا نام تک نہیں تھا۔ اور سعید اس سے الٹ، ایک ضد کے لئے پورا دن کھن کھن کرتا رہتا۔ میرا اپنا خیال ہے بھائی امتیاز اور حفیظہ اور مجھے ہمارے زیادہ ذہین ہونے کے ناتے ابا جی سے شرارتوں پر اکثر سزائیں ملا کرتی تھیں۔ کیونکہ میں نے ابا جی کو باقی کے سات بچوں کو کبھی ڈانٹتے نہیں

دیکھا۔ دراصل میری اور حفیظہ کی گہری دوستی تھی، اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑتی بھی بہت تھیں، جن میں ثالث بھائی امتیاز بنا کرتے تھے۔ آپا جی ہمارے سارے دن کی لڑائیوں کی رپورٹ شام کو بلا ناغہ ابا جی کو دیا کرتی تھیں اور ہمیں مسواکیں ہاتھوں پر پڑا کرتی تھیں۔ مار کھانے کے بعد میں اور حفیظہ اس بات پر حیران ہوا کرتیں کہ لڑتی ہم ہیں انکو کیا تکلیف ہے، اور ہمارے معاملات میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپا جی اکثر کہا کرتیں کہ میرے دونوں بڑے بچے (باجی ارشاد اور بھائی جان مظہر) بہت فرمانبردار تھے، نافرمانی کا آغاز تو ان چھوٹوں نے کیا ہے۔ (لیکن ہماری متفقہ رائے تھی کہ ان میں محکوم قوموں کی طرح سر اُٹھانے کی ہمت ہی نہیں تھی!)۔

بورڈنگ تحریکِ جدید، جسے ہم بچے سرخ بورڈنگ کہا کرتے تھے، کے ساتھ ایک آم کا باغ تھا، جسے ٹیوب ویل کے کھلے پانی سے سیراب کیا جاتا تھا، باغ کے درمیان ایک کھلا میدان تھا جسے مستورات کے جلسے کے پنڈال کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ بورڈنگ کے پیچھے شیشم کے اونچے اونچے درخت تھے۔ ہمارے گروی والے مکان اور ہماری اپنی زمین کے پاس بھی ایک کھلا میدان تھا، جس کے اردگرد مکانوں کی قطار تھی۔ مولوی اسماعیل صاحب دیالگڑھی مرحوم کے گھر اور ہمارے گھر کے درمیان ایک گلی تھی، اور محمد اسماعیل صاحب کاتب کا گھر بھی ہمارے گھر کے پاس ہی تھا۔

یہ میدان ہمارے سٹاپوؤں اور کھیلوں کا مرکز تھا۔ ہم دواڑھائی سال عمر کے بھائیوں کو لال بورڈنگ کی دیواروں سے لالی لیکر دلہنیں بنایا کرتی تھیں۔ جس بچے کو لالی لگ جاتی، اسکا گھونگٹ نکال کر، دو تین لڑکیاں ہاتھ ملا کر ڈولی بنا کر اٹھا لیتیں، اور شیشم کے درخت کی چھاؤں میں رکھ دیتیں، جو ہمارا گھر ہوتا۔ جب آموں کو بور پڑ جاتا اور چھوٹی چھوٹی امبیاں لگ جاتیں، تو ہماری موجیں ہو جاتیں، یہ ہم سب کی پسندیدہ خوراک ہوتی۔ کوئل سارا دن آم اور جامن کی گھنی ٹہنیوں میں کُوکُو کی پکار سے سر کھاتی رہتی اور ہم اسکی نقلیں اتار کر چڑاتے رہتے۔

قادیان کی بارش بھی عجیب مسحور کن ہوتی، کالی کالی گھٹائیں اُٹھتیں اور ہم سب سہیلیاں پسینے سے شرابور مل کر زور زور سے گاتیں: '' کالیاں اِٹاں کالے روڑ، مینہ وسا دے زورو زور''! ٹھنڈی ٹھنڈی وجد آفرین ہوا کے تیز خنک جھونکوں کے جلو میں موسلا دھار چھما چھم بارش پڑتی، ہم خوشی سے چیختی چلاتی اِدھر اُدھر بارش میں بھاگتیں، شرابور ہو کر سردی سے کپکپاتی ہوئی نیلے ہونٹوں کے ساتھ برآمدے میں آجاتیں۔

اس کھیل کے میدان کی زمین ریتلی تھی اس لئے ہمارے ننگے پاؤں کے نیچے کیچڑ و بیچڑ نہ بنتا تھا۔ ہم اپنے پاؤں کے گرد گیلی ریت تھپ تھپ کر گھروندے بناتے، باغ میں جا کر پکے پکے رس سے بھرپور جامن چنتے، بارش کے پانی میں دھو کر مزے سے کھاتے، اور سرخ سرخ بیر بوٹیاں پکڑتے، اور انہیں ایک ہاتھ کی مٹھی میں اکٹھا کرتے جاتے اور اپنے اپنے گھروندوں میں لا کر چھوڑ دیتے۔ چھپڑیوں میں سے ڈڈ مچھیاں، مچھلیوں کے بچے سمجھ کر پکڑتے اور اپنے گھروندوں کے قریب ہاتھ کی ٹکوں میں پانی بھر بھر کر اپنی اپنی چھوٹی چھوٹی چھپڑیاں بنا کر ان میں پالتے اور وہ کچھ ہی دنوں میں چھوٹی چھوٹی مینڈکیاں بن کر بھاگ جاتیں۔ بارش کے پانی اور کیچڑ میں مسلسل پھرنے سے پاؤں کی انگلیاں گل جاتیں، گھر سے بہتیری جھڑکیاں پڑتیں، انگلیوں کے درمیان سخت خارش ہوتی، سرسوں کے تیل میں نمک ڈال کر انگلیوں کے درمیان ملتے جس سے آرام ملتا۔

ایک دن میں اور حفیظہ جب سکول سے گھر واپس آئے تو پتہ چلا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیاری سی بہن دی ہے۔ یہ امتہ الجمیل تھی۔ میں نے اور حفیظہ نے کھانا کھانے سے پہلے پہلے سارے محلّہ میں ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر سب کو یہ خوش خبری بتائی (جبکہ یہ ہمارے گھر کا آٹھواں بچہ تھی)۔ یہ ہم سب کی آنکھوں کا تارا تھی۔ میں اسے اٹھا نہ سکتی تھی، حفیظہ کی گودی میں سوتی جاگتی تھی۔

ابا جی اسوقت مٹاپے کی طرف مائل گورے چٹے نوجوان تھے۔ صبح ناشتے کے بعد بھام جاتے۔ اور شام سے پہلے قادیان لوٹ آتے۔ ہم سب بھاگنے کے قابل بہن بھائی ٹیوب ویل کے قریب، ابا جی کی پیشوائی کے لئے جاتے۔ اور ننھی جمیل کی سارے دن کی چھوٹی چھوٹی حرکتیں بتاتے، کاکی نے یہ کیا، کاکی نے وہ کیا، ابا جی خوشی سے سنتے۔

جلسہ سالانہ پر ہمارے ماموں مع فیملیوں کے اور گاؤں ڈوگری اور ترگڑی کی ساری احمدی خواتین ہمارے گھر ٹھہرتیں اور آپا جی مہمان نوازی نہایت خوش دلی سے کرتیں۔ اس دوران ہماری خوب موج رہتی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تقاریر بعض دفعہ گہری شام تک جاری رہتیں، اور ہم آپا جی کو ڈھونڈ کر جمیل انکی گودی میں دے آتیں۔ اور خوب پرالی پر لوٹ کر لطف اندوز ہوتیں۔ جلسہ سالانہ ہم بچوں کے لئے بہت سی انجانی خوشیاں لیکر آتا۔ کئی دن پہلے شروع ہوئی چہل پہل، پرالیوں سے بھرے گڈوں اور اونٹوں کی لمبی لمبی قطاریں اور پرالی کی سوندھی سوندھی خوشبو فضا میں ہر طرف پھیلی ہوتی۔ پرالی کے ڈھیروں پر لوٹیں لگانا، مردانہ جلسہ گاہ میں لکڑی کے پھٹوں سے بنی بیٹھنے کی سیڑھیوں پر اچھلنا کودنا ہم نے خوب انجوائے کیا۔

ہمارے بڑے ماموں اور ممانی گاؤں کی رسم کے مطابق بہن کے گھر آتے ہوئے کچے چاولوں کے آٹے اور تلوں اور مونگ پھلی سے تیار کی ہوئی پنیاں لاتے۔ جلسے کی کارروائی کے بعد لوٹنے والے افراد کے لئے آپا جی گڑ والی بڑی مزیدار چائے بناتیں،

جسکا کھیسوں اور لوئیوں کی بُکلوں میں بیٹھ کر پینے کا اور ہی مزا ہوتا جو ساتھ ساتھ مونگ پھلی ٹھونگنیں سے دوبالا ہو جاتا۔ مہمانوں کی آمد اور رخصت پر دل کی دھڑکن تیز کرنے والے نعرہ ہائے تکبیر۔۔ہائے کیا بات تھی جلسہ ہائے سالانہ کے دنوں کی!

جلسے کے اختتام پر پرالی کی صفائی ہوتی جسکے نیچے سے پیسے ڈھونڈنا اور ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ اور ثاقب زیروی صاحب مرحوم کی نئی نظموں کے شعر گنگنانا بھی ہماری کھیل کا حصہ ہوتا تھا۔ جو بعد میں ربوہ میں جب تک ہمارے کالج کا میدان زنانہ جلسہ گاہ بنتا رہا، جاری رہا۔اور ہم اپنے آپ کو Treasure Island کے کھوجی کا کردار خیال کرتے ہوئے خزانے کی کھوج میں رہتے۔ گندے زنگ آلود سکوں کو ایڑیوں کے نیچے رکھ کر زمین پر گھوم گھوم کر چمکاتے، جب کچھ نقدی بن جاتی تو ساتھ والی دوکان یا ٹک شاپ پر جا کر برفی اور گرم گرم چائے سے لطف اندوز ہوتے ؎

وہ لوگ جن سے تیری بزم میں تھے ہنگامے
گئے تو کیا تیری بزمِ خیال سے بھی گئے

یہ تو خیر بعد کی بات تھی، ابھی تو میں قادیان کی گلیوں میں ہوں۔

ہماری کھیل میں ایک لڑکی ثریا جو ہم سے عمر میں ذرا بڑی تھی شامل ہوگئی۔ اسکے پاس کسی پرانے وقتوں کے بہت خوبصورت کھلونے اور گڑیوں کے کپڑے تھے۔ ثریا ایک جگہ بیٹھ جاتی اور اپنے اردگرد مٹی سے دیوار سی بنا لیتی، یہ ہمارا گھر ہوتا اور ثریا گھر والی۔ ہم چولہا بنانے کے لئے اینٹ، روڑے اور جلانے کے لئے سوکھی گری پڑی ٹہنیاں اِدھر اُدھر سے چن چُن کر لاتے۔ ہم میں سے کوئی گھر سے ماچس یا جلتا لکڑی کا ٹکڑا لے آتی۔ ثریا ایک چھوٹی سی مٹی یا سلور کی ہنڈیا میں پانی ڈالکر آگ پر چڑھا دیتی۔ لڑکیاں اپنے اپنے گھر سے چھوٹا موٹا روٹی کا ٹکڑا، پکی ہوئی بوٹی، آلو، دال، چاول، بچا ہوا کھانا، غرضیکہ جو بھی ہاتھ لگتا لاتیں اور یہ ہر کچھ اس ہانڈی میں ڈال دیا جاتا۔ ہمیں کھانا اپنے گھر سے باہر لے جانے کی اجازت تو نہ تھی، اس لئے میں سٹور سے اچار میں سے آم کی ایک پھانک لے آتی۔ یہ ملغوبہ ہمارے گھر کی بڑی (ثریا) ہمیں پتوں پر ڈالکر کھانے کے لئے دیتی، اور ہم انگلیوں یا چپٹے تنکوں پر چڑھا کر مزے مزے سے کھاتے۔ آپ تصور نہیں کر سکتے یہ کھانا ہمیں کتنا لذیذ لگتا تھا۔

ناگہاں اللہ جانے ثریا کو کیا ہو گیا، کہ اسنے ہمارے ساتھ کھیلنا چھوڑ دیا، اور اپنے کھلونوں کی سیل لگا دی، فی کھلونا ایک پیسہ! مہنگائی کا زمانہ تھا، پیسے بچوں کو سوچ سمجھ کر دیئے جاتے تھے۔ جب ہماری لیڈر نے دیکھا کہ بکری کچھ بھی نہیں تو اس نے کہا کہ ٹھیکریاں گول کر کے لے آؤ، فی پٹولا ایک گول ٹھیکری! جب وہ اپنا سارا سٹور بیچ بیٹھی ۔۔۔ تو اسنے خود گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ اور بڑی بہن کے ساتھ سینے پرونے میں لگ گئی۔ تب ہمیں شدت سے احساس ہوا کہ کسی لیڈر کے بغیر زندگی کتنی بے معنی ہے۔ ہمیں سارے کھلونے بے معنی لگنے لگے۔ اور ہمارے سارے کھیل بدمزہ ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ ساری کھیلوں میں دلچسپی ختم ہوگئی۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں ہم اباجی کے ساتھ بھام چلے جایا کرتے تھے۔ یہ سفر موسمِ برسات میں ہوتا۔ تانگہ کچے راستے پر چلتے ہوئے پانی کی چھپڑیوں سے بچتا بچاتا، جھٹکے کھاتا ہوا، کئی بار تو ایسا لگتا کہ اب الٹا کہ اب، چلتا رہتا۔ آپاجی نے گودی میں بچہ پکڑا ہوتا اور دعائیں کر رہی ہوتیں، مگر ہم تھے کی ہر جھٹکے پر ہماری ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے ہوتے۔ رستے کا نظارا قابلِ دید ہوتا۔ یہ پرندوں کے انڈے بچے دینے کا موسم ہوتا تھا۔ نہر کے کنارے اونچے اونچے درختوں پر طوطوں کی چیخ و پکار، فضا میں اونچی نیچی اُڑانیں بھرتی ابابیلیں، ایسا لگتا جیسے بارش کے قطروں کا تعاقب کرتی اِدھر سے اُدھر لہراتی آ جا رہی ہیں۔ فاختاؤں کی ککوکوا اور کوّوں کی تیز تیز کائیں کائیں میں کوئل کی نہایت ذومعنی اور انجانی پکار، اور ہم بچوں کا اسکی نقل میں ویسے ہی جواب دینا۔ تو قادیان سے بھام تک کا یہ دلچسپ سفر اس طرح تمام ہوتا کہ ہم ایک کچے پکے گھر کے دالان میں تانگے سے اترتے، جو سکھ سرداروں کی اونچی اونچی حویلیوں کے قریب تھا۔

آپاجی گول ٹوپی دار بُرقعے میں پسینوں پسین ہوئی ہوتیں، دیکھتے دیکھتے چاروں طرف سے رُلیا، نارانی، لدھے اور مادھو نام کے نوکروں کی خواتین سے گھر جاتیں، اور ''بی بی جی سلام'' کی آوازیں چاروں طرف سے آتیں۔ ہمارے بیٹھنے کے لئے کرسیاں، چارپائیاں بچھ جاتیں، کوئی بھاگ کر ٹھنڈا پانی اور شربت بنا کر لے آتا۔ عورتیں کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو جاتیں۔

بھام کا سارا کلچر ہندو اور سکھ تھا۔ جو ہمارے لئے عزت اور محبت ظاہر کرنے کے باوجود ہمیں اپنے برتن استعمال کرنے نہیں دیتے تھے۔ اگر کتا برتن چاٹ جاتا تو خیر، مگر ہم سے کوئی کھیلتے کھیلتے دوڑ کر نلکے سے پانی پینے لگتا، تو گھر کی مالکن بھاگ کر چیختی ہوئی آتی کہ ''بی بی ٹھہرو ٹھہرو مجھے برتن پرے کر لینے دو'' بھیٹ'' (ناپاک) جائیں گے''۔ سکھ لڑکوں نے بھی چوٹیاں کی ہوتی تھیں۔ لڑکی اور لڑکے کی پہچان صرف یہ تھی کہ لڑکیاں گرمیوں میں نیکر پہنتیں، کمر ننگی ہوتی اور قمیص کی بجائے چھوٹا سا دوپٹہ ضرور لیا ہوتا تھا۔ جبکہ لڑکوں نے صرف نیکر پہنی ہوتی تھی۔

ہم روزانہ نہر پر جاتے، کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہوتے۔ جب حالات زیادہ مخدوش ہوئے تو اباجی کو بھام میں دوستوں نے کہا کہ چھٹیاں لے لیں، لوگوں کی نظریں بدل چکی ہیں۔ قبل اسکے کہ اباجی کچھ سوچتے آپکی ٹرانسفر کیملپور ہوگئی۔ ہزار کوشش کی کہ ٹرانسفر رک جائے لیکن آپکو وہاں حاضری

دینا پڑی، اس طرح آپ محفوظ جگہ پر رہے۔ اگر چہ ہمیں آپ سے دور قادیان رہنا پڑا۔

حالات کے خراب ہونے سے قبل ابا جی نے دور اندیشی سے ایندھن، گندم اور دوسری ضروریاتِ زندگی جمع کر لی تھیں۔ دراصل احمدیوں کو شاندار قیادت میسر تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت تھی۔ جماعت کو ہر لحہ حفاظتی پیش بندیوں کی ریہرسل کرائی جاتی تھی۔ ہم چھوٹے بچے سارا دن گیلی مٹی میں ایک چھوٹا سخت روڑا رکھ کر گول گول گلیلے بنایا کرتے، جو دھوپ میں سوکھائے جاتے۔ اور سب لڑکے نشانہ بازی کی پریکٹس کرتے۔ کئی بار خطرے کی گھنٹی بجا کر ریہرسل کرائی جاتی۔ بہر حال یہ ہم بچوں کے لئے تو ایک کھیل تماشہ تھا۔ کہ نا گہاں اعلان ہو گیا کہ ضلع گورداسپور بھارت کے حصے میں آ گیا ہے، یہ سن کر ہم بچے اپنی کم فہمی کے باوجود رو پڑے۔

اب آپا جی اور باجی سارا دن ہجرت کی تیاری میں سامان باندھنے میں لگی رہتیں، ہم اسوقت اپنے مکان میں آ چکے تھے۔ بکائن کے درخت ہمارے صحن میں چھاؤں کئے رہتے۔ امرودوں اور قلمی آم کے درختوں کو بھی پھل لگنا شروع ہو گیا تھا۔ سفید شہتوت تو اتنے مزیدار تھے کہ جب بھی آپا جی کی کوئی سہیلی ملنے آتی تو تازہ تازہ تڑوا کر پلیٹ میں خاطر تواضع کرتیں۔ جونہی اندھیرا ہوتا تو ایک الو یا بلبوری درختوں پر آ کر بیٹھ جاتی، اور عجیب عجیب ڈراؤنی آوازیں نکالتی رہتی۔

میں بتا رہی تھی کہ ہجرت کی تیاری میں آپا جی سارے گھر کی پیکنگ، اور ساتھ لے کر جانے والے سامان کا انتخاب کرتی رہتیں۔ اردگرد کے دیہات کے لوگوں نے سکھوں کی دہشت گردی کے ڈر سے قادیان میں پناہ لینی شروع کر دی تھی۔ بچپن بھی کیا عجب عمر ہوتی ہے! پیارے امام رضی اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور ریہرسلیں ہمیں عجیب طرح کا مزا دیتی تھیں کہ سکھوں کے جتھے سے کیسے بچنا ہے۔۔۔ وغیرہ، پھر ایک دن ایسا بھی آ گیا جب قادیان سے روانہ ہونے والی بسوں کی لمبی قطار میں ہماری فیملی کا نام بھی آ گیا۔ ابا جی کا حکم تھا کہ ہر بچے کا صرف ایک ایک کپڑا جو اس نے پہن رکھا ہے ساتھ جائے گا۔ اس سفر کو ہم بچے تفریح کے ٹرپ کے طور پر enjoy کر رہے تھے۔ میں اور حفیظہ نے چار چار خانوں والی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں سی لی ہوئی تھیں، جن کے ایک خانے میں ہم نے خرچنے کے لئے آنے (چار پیسے) کے سکے رکھنے تھے۔ اور کچھ میں پیسے کے سکے رکھنے تھے (تب 16 آنے کا ایک روپیہ اور چار پیسے کا ایک آنہ ہوتا تھا)۔ آپا جی نے سفر کے لئے سوجی یا آٹے کو دیسی گھی میں بھون کر میٹھی پنجیری بنالی تھی۔ اور ماش کی دال پکا کر ساتھ روٹیاں رکھ لی تھیں۔

بس میں بہت رش تھا، سعید اور منیر کو ڈرائیور کے رجسٹر وغیرہ رکھنے کے خانے میں جگہ ملی۔ میں پنجیری کی گٹھڑی پر بیٹھی۔ چار خانے کی تھیلی کی سلائی کرنے کے دوران میری انگلی میں سوئی چبھ گئی تھی اور سوجن سے پھوڑا بن گیا تھا۔ جس کے درد سے میں بے حال ہو رہی تھی۔ آپا جی نے میرا ہاتھ پکڑ کر سوئی سے پھوڑ دیا جس سے کسی قدر آرام آیا۔ جب نظروں سے منارۃ المسیح اوجھل ہو گیا تو ہم سب لوگوں کی سسکیاں نکل گئیں۔ لیکن مجھے اور حفیظہ کو ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہی تھی، بھلا اتنے شاندار ٹرپ میں رونے کی کیا وجہ تھی؟

برسات کی وجہ سے کیچڑ کے باعث سڑک اتنی خراب تھی کہ بعض جگہوں سے بسوں کا گزرنا مشکل تھا، خدام جو زیادہ تر بسوں کی چھتوں پر تھے اُترتے اور اردگرد سے گنے اور گھاس پھونس توڑ کر بچھا کر راستہ بنا دیتے تب کہیں بسیں گزر سکتیں۔ سخت گرمی تھی، خواتین نے برقعے پہنے ہوئے تھے اور انکا پسینے سے برا حال تھا۔ بس میں پسینے اور دوسری بدبوؤں سے ایک عجیب سی بوسا ند پھیلی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی تازہ ہوا کا جھونکا غنیمت تھا۔

جب بھوک لگی، تو معلوم ہوا دال میں تو بو پڑ چکی ہے۔ افواہ عام تھی کہ اردگرد کے سب کنوؤں میں زہر ڈالا گیا ہے، اس لئے ابا جی پینے کے لئے چھپڑ کا پانی لاتے، جو چھپڑی پر کپڑا ڈالکر اوپر سے نتھار کر گزارے کے قابل تھا۔ بڑے تو شدید پیاس میں دو گھونٹ پی بھی لیتے، جمیل رو رو کر بدحال ہو جاتی اور نہ پیتی کہ پانی گندہ ہے۔ جب بیہوش ہو جاتی تو پھر منہ میں پانی ٹپکایا جاتا۔ چھوٹا بھائی محمد حنیف (طیفو) ماں کے دودھ پر تھا، اسکا مسئلہ پریشان کن نہیں ہوا۔ راستہ میں جہاں پروگرام ہوتا کہ سواریاں نیچے اتر کر ٹانگیں کھول لیں، ابھی آخری سواری اتری نہ ہوتی کہ شور پڑ جاتا کہ نزدیک کے گاؤں سے حملہ آوروں کا خطرہ ہے، چنانچہ نہایت افراتفری میں سارے لوگ پھر بسوں میں سوار ہو جاتے۔ قادیان اور لاہور کا درمیانی فاصلہ تقریباً 40-30 میل ہے۔ جس کے دوران لاقانونیت کی وجہ سے جانوں اور عزتوں کے خطرے نے باشعور لوگوں کو عذاب میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ رات بٹالہ پہنچے تو بسوں سے اتر کر آپا جی برساتی پانی سے گیلی جگہ پر چادریں ڈالکر ہم سب بچوں کے ساتھ لیٹ گئیں۔ اس جگہ کے کیچڑ اور بو کی وجہ سے جمیل کے سارے جسم پر چھالے آ گئے۔ ہمارے ایک جاننے والوں کی بچی کی تو ان چھالوں کے باعث ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ بہر حال ہمارا قافلہ واہگہ پہنچا۔ وہاں پر خدام نے نہایت سرگرمی سے ہمیں خوش آمدید کہا۔ اور چنے اور نان کھلائے۔ یہ ہجرت بھی کیا قیامت تھی!

جن لوگوں کا پاکستان میں کوئی عزیز نہیں تھا انکے ٹھہرنے کا انتظام جودھامل بلڈنگ اور جسونت بلڈنگ میں کیا گیا تھا۔ ہمیں ہمارے ماموں لینے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ چکیاں ماڈل ٹاؤن پہنچے، تانگے سے اترتے ہی ہم دونوں بہنیں سب سے پہلے پہنچنے کی

دوڑ میں صحن میں داخل ہوئیں تو نانی امی ہمیں دیکھ کر سجدے میں پڑ گئیں۔ہم دونوں کے پاس انہیں سنانے کو اتنی خبریں تھیں کہ ہمیں انکا اسی وقت نماز شروع کرنے پر غصہ آیا۔سلام پھیرتے ہی ہم نے جو ماں جی کی ہم عمر مائیاں قادیان میں وفات پا گئی تھیں کی انہیں اطلاع دی، پھر کہیں جا کر ہمیں چین آیا۔

ابا جی کو اس وقت میں نے سفر کے بعد پہلی بار دیکھا، رستہ بھر بے چارے پتہ نہیں کس حالت میں رہے۔ ماں جی سے ملتے وقت خدا جانے کن کن خطرات سے بچ آنے کے تشکر کے آنسوؤں کی نمی کو بار بار صاف کر رہے تھے۔ابا جی اس وقت شرٹ اور گیلس والی نیکر پہنے ہوئے تھے۔اب میں سوچتی ہوں کہ ایک نوجوان خوبصورت بیٹی اور چھ کمسن بچوں کے ساتھ آپا جی اور ابا جی کا ہجرت کے دوران کیا حال ہوا ہوگا، جبکہ فون وغیرہ نہ ہونے کے باعث دو بڑے بیٹوں کو ہمارے مخدوش حالات سے بےخبری تھی۔

کچھ عرصے بعد دونوں بھائی بھی لاہور میں ہم سے آملے، ہم پھر خانکاہ ڈوگراں آ گئے اور اس طرح پاکستان میں ابا جی کی نارمل سرکاری ڈیوٹی شروع ہو گئی اور ہمیں سکولوں میں داخل کرا دیا گیا۔ پھر پنڈی بھٹیاں اور آخر میں ہم حافظ آباد آ گئے۔اس دوران ربوہ میں مکان بننے پر ہم دار الصدر شمالی میں رہائش پذیر ہو گئے۔

میری پیدائش 1937 میں بڑھے گورائے ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، پارٹیشن سے پہلے اور بعد، ابا جی کی ٹرانسفر مختلف قصبات : پنڈی بھٹیاں، خانکاہ ڈوگراں، شاہکوٹ، حافظ آباد، کیملپور، بھام وغیرہ میں ہوتی رہی۔میرے بچپن کا کچھ نہ کچھ حصہ ان قصبات میں گزرا۔جبکہ سکول کے دو تین ابتدائی سال قادیان میں اور ہائی سکول اور کالج کا زمانہ ربوہ میں۔اب جبکہ میں پیچھے مُڑ کر دیکھتی ہوں، تو وہ زمانہ جو قادیان اور ربوہ میں گزرا میری زندگی کا سب سے امن، چین اور خوشیوں سے بھرپور بہترین زمانہ تھا۔ان دونوں شہروں کا ماحول اور لوگوں کا ایک دوسرے سے میل ملاپ، محبت، صلح و آشتی احمدی اقدار کی پیروی کی شاندار مثال پیش کرتے جس کے باعث ان دونوں شہروں کے بڑے، چھوٹے، مرد اور مستورات نمایاں طور پر دوسرے قصبات کے لوگوں سے یکسر مختلف تھے۔خلافت کی نگرانی اور راہنمائی میں باقاعدہ تعلیمی جلسے، تربیتی اجلاس، بچوں بڑوں کے لئے قرآن کلاسیں اور لمحہ لمحہ کان میں پڑتی نیکی کی باتوں نے خوفِ خدا اور عظمتِ انسانی ان دو بستیوں کے باسیوں کے دلوں اور دماغوں میں رنگ قوم کی تفریق ملیا میٹ کر کے راسخ کر دی تھی۔

آج ہم وہی اقدار وہی خدائی معاشرہ دنیا کے ہر علاقے کے احمدیوں میں جاگزین اور زندہ دیکھتے ہیں۔آج قادیان اور ربوہ کی بستیاں خوابوں کی بستیاں نہیں رہیں بلکہ عالمی جیتی جاگتی بستیاں ہیں اور مسیحِ پاک کو جو خدا تعالیٰ نے خوشخبری دی تھی کہ

''میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

کا نظارا چمکتے سورج کی طرح پیش کئے ہوئے ہیں اور نہ ماننے والوں کی آنکھوں کو خیرہ اور دماغوں کو مختل کئے ہوئے احمدیت کی حقانیت پر خدائی مہر ثبت کئے ہوئے ہیں۔الحمدُ للہ

(نوٹ: یہ مضمون پروفیسر رشیدہ تسنیم خان صاحبہ نے اپنی وفات سے قبل رسالہ النور کو بغرض اشاعت بھیجا تھا۔ ادارہ)

واقفینِ زندگی کے نام

خانم رفیعہ مجید، شکاگو ویسٹ

منظرِ عشقِ دین کچھ اس طرح بپا رہے
سر بسجود تم رہو، سامنے خدا رہے

امتِ محمدیؐ کے مہر و ماہ بن جاؤ تم
پھیل جاؤ شش جہت تا نُور جا بجا رہے

خلقِ خدا سے ہر گھڑی رکھنا دلوں کو پُر خلوص
تا کہ تمہارے ساتھ بھی ہر گام فضلِ خدا رہے

عشق و وفائے دینِ حق ہر لمحہ رُوبرُو رہے
سُست روی نہ ہو کہیں، ہر قدم بھاگتا رہے

تم ہو غلامِ مصطفیٰؐ یہ مرتبہ ہے بے بہاء
ہم ہیں بادستِ دُعا۔اسلام جاگتا رہے

کر جائے پار ماہ و مہر اور نجوم کو
یہ پرچمِ محمدیؐ اونچا سدا رہے

(آمین)

تربیتِ اولاد اور دُعا

عطیۃ اللطیف احمد

اردو ترجمہ تقریر سارہ عمار، برموقعہ جلسہ سالانہ امریکہ 2011

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے اس پُر آشوب دور میں مغربی تہذیب کی مصنوعی چکا چوند نے ہماری ظاہری بصارتوں کو تو متاثر کیا ہی ہے لیکن ساتھ ہی اُس کی اندھی تقلید نے ہمیں اور بالخصوص ہماری نوجوان نسلوں کی ایمانی و روحانی ترقی پر بھی شدید ضرب لگائی ہے اور کسی حد تک ہمیں اپنی زندگیوں کے اعلیٰ مقصد سے بھی غافل کر دیا ہے۔ میری معزز سامعات یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کیلئے جیسے کہ جسمانی زندگی کی پرداخت و آسائش ضروری ہے ویسے ہی اُسکی روحانی زندگی کی پرداخت بھی انتہائی ضروری ہے۔ روح کے مرض کے دفع کرنے کیلئے منجملہ سب امور کے ایک امر خدائے عزوجل کے آگے دعا کرنا بھی ہے تا اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے اس کے آگے توبہ و استغفار کرنے سے گناہوں پر دلیری نہ پیدا ہوتا کہ گناہ جو انسان کو مانند شبِ دیجور بنا دیتا ہے اس سے انسان پاک و صاف ہو کر آفتابِ پُرنور بن جائے۔ سو آج میں اپنی بہنوں کے سامنے دُعا کے ذریعہ سے تربیتِ اولاد کے متعلق کچھ عرض کرتی ہوں۔

محترمہ صدر صاحبہ و حاضرین جلسہ، دعا ایک ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا، دُعا ایک راستہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بننے اور مصائب و دکھ درد سے نپٹنے کا، دعا ایک کیمیا ہے مسِ خام کو کندن بنانے کا۔ دُعا ایک پھاہا ہے دکھے دل کا، دُعا ایک زینہ ہے قربِ الٰہی کے حصول کا۔ الغرض، سچے سوز اور تڑپ سے کی گئی دعا ایسی تیر بہدف دوا ہے جسکی تعریف احاطہ تحریر میں لائی نہیں جا سکتی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرۃ:187)

میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے

پھر فرمایا:

اُدْعُوْنِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

(المومن:61)

مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو سنوں گا

پس ہمیں ہر چیز کیلئے اُسی کے حضور جھکنا اور اُسی کی درگاہ پر گڑگڑانا ہے۔ ہمیں دُنیا کی بلاؤں کا مقابلہ دُعا کے ہتھیار سے کرنا ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے والی چیز تو عجز و انکساری ہے۔ اگر عجز و نیاز میں گریہ بھی شامل ہو جائے تو وہ حریمِ جمال کے پردوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندے کو مضطر اور آنسو بہاتا ہوا نہیں دیکھ سکتی، اُسے سبھی کچھ ملتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ جب بچہ اپنی ماں کے سامنے آنسو بہاتا ہے تو اچھے اچھے کھلونے اور مٹھائیاں حاصل کر لیتا ہے اور اگر ایک کمزور و عاجز بندہ اپنے ربّ کے حضور آنسو بہائے تو دُنیا میں روحانی سکون اور آخرت کی جنت حاصل کر لیتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ماں باپ کا ایک دُنیاوی رشتہ جب اپنی اولاد کیلئے اتنی تڑپ رکھتا ہے تو وہ خدا جس نے اپنے پیارے بندوں کو ستر ماؤں جتنا پیار دینے کا دعویٰ کیا ہے، اور وہ یقیناً اپنے دعووں میں سچا ہے، تو جب ہم اُس کے حضور گڑگڑائیں گے تو وہ کیا ہمیں نہ عطا کرے گا؟ وہ خدا جو تمام کائنات کا مالک ہے، جس کے ہاتھ میں ہر شئے کے ہونے یا نہ ہونے کا اختیار ہے وہ چاہے تو دن کو رات اور رات کو دن کر سکتا ہے جب ہم اس خالقِ حقیقی سے مانگیں تو وہ ہمیں ہماری اُمید سے کہیں بڑھ کر دے گا۔

دُعا کے بارے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں:

اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃِ

یعنی دُعا ایک عبادت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وضاحت پر غور کیجئے:

''اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھر کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ232)

محترم سامعات، یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ ہر معاشرہ مختلف خاندانوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اسلام نے مثالی معاشرہ بنانے کے لئے مرد و عورت کو وہ ذمہ داریاں دی ہیں جو

ان کی جسمانی تخلیق، ذہنی صلاحیتوں اور دائرہ کار کے عین مطابق ہیں یعنی مرد خاندان کا سرپرست، نگران، مالی ذمہ داریاں نباہنے والا اور پورے خاندان کی قیادت کرنے والا ہوتا ہے اور عورت چاردیواری کے اندر گھر کی نگران گویا گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔

اسلام میں عورت ذات کی قدر و منزلت اور اُس کی ذمہ داریوں کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

جوعزت اور مقام اور مرتبہ قرآن کریم اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ نے عورت کو عطا فرمایا اس کا عُشرِ عشیر بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔'

یہ عورت کیلئے اتنا عظیم اظہار تحسین ہے کہ جس کے متعلق یہ فقرہ کہا جائے بلاشبہ اس کو آسمان کی بلندترین رفعتیں عطا ہوجاتی ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں کے متعلق یہ نصیحت کرنا کہ تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے دراصل معرفت کا ایک سمندر ہے جو ایک چھوٹے سے فقرے کے کوزہ میں بند کردیا گیا ہے۔ جس جنت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف آخرت کی جنت نہیں بلکہ اس دُنیا کی جنّت بھی ہے۔ کوئی قوم جسے اس دُنیا کی جنت نصیب نہ ہو اُسے آخرت کی جنت کی موہوم اُمیدوں میں نہیں رہنا چاہئے۔ وہ محض ایک دیوانے کا خواب ہے پس اس پہلو سے مسلمان عورت کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو اس دُنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں اور اُس دنیا کے ساتھ بھی۔

تو سب سے پہلے تو ہمیں اپنا ہی محاسبہ کرنا ہوگا کہ ہم میں سے ہر ایک خاتون جو گھر کی ملکہ ہے اس کے گھر میں جنت بن گئی ہے یا نہیں؟ کیا اُس کی اولاد میں جنتیوں والی علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ پس جنت کی خوشخبری سے یہ مراد نہیں کہ لازماً ہر ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ مراد یہ ہے کہ خدا توقع رکھتا ہے کہ اے مسلمان عورتو! تمہارے پاؤں تلے سے جنت پھوٹا کرے اور جہاں جہاں تمہارے قدم پڑیں وہ برکت کے قدم پڑیں اور تمہاری اولادیں تم سے تربیت پا کر ایک جنت نظیر معاشرے کی تعمیر کرنے والی ہوں۔''

(حوّا کی بیٹیاں اور جنّت نظیر معاشرہ)

بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے

اس کے اخلاق و کردار کو بنانے یا بگاڑنے میں ماں کا دخل سب سے نمایاں اور اہم ہوتا ہے۔ ایک ماں کے دل میں خداتعالیٰ نے اپنے بچوں کیلئے وہ پیار رکھا ہے جو دنیا کے کسی رشتے میں نہیں پایا جاتا۔ ماں کی تکلیفوں کو کون نہیں جانتا جنم دینے سے پرورش تک ایک طویل سفر طے کرتی ہیں۔ بیمار ہوجائے تو ساری ساری رات جاگتی ہے۔ اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش کے پورا کرنے میں اپنی جان کو ہلاکت تک میں ڈالنے سے نہیں ہچکچاتی۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ انمول محبتوں کے خزانے لٹانے والی ماں کو اپنے بچے کی ادنیٰ سے ادنیٰ جسمانی تکلیف کا تو اس قدر تردد ہو اور اس کی روحانی اذیتوں کی وہ فکر نہ کرے اور اُسے اُخروی جنت کے قریب کرنے اور جہنم کی آگ سے بچانے کی حقیر سی بھی کاوش وسعی نہ کرے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے والدین اپنی اولاد کیلئے فکرمند اور پریشان رہتے ہیں اور معاشرے کی برائیوں سے اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ قرآن شریف نے ان کی اس پریشانی کا حل، نماز، بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلصَّلوٰۃُ ھِیَ الدُّعَاءُ۔ اَلصَّلوٰۃُ ھِیَ مُخُ الْعِبَادَۃِ

نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے

(ملفوظات جلد4 صفحہ 283)

تو ثابت ہوا کہ نماز اور دعا جدا نہیں بلکہ جس نماز میں دعا نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ ان آیات و احادیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کمال عاجزی سے کھڑا ہونا، نہایت انکساری سے اُس کے آگے جھک جانا اور بالآخر اپنی ذات کو فنا کرتے ہوئے اُس کی جناب میں سربسجود ہوجانا اور ان تمام مرحلوں میں سے گزرتے ہوئے دردمندی اور خلوص دل سے اپنی تمام حاجات اور تمام ہمّ وغم اور تمام خواہشات کامل یقین کیساتھ اُس مستجیب الدعوات ہستی کے گوش گزار کردینے کا نام ہی نماز ہے۔ اور یہی عبادت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

خداتعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اُس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ49)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ تربیت عمل سے شروع ہوتی ہے مثلاً جب ہم فرائض کی پابندی کریں گی اور کبائر ومنکرات سے پرہیز کریں گی تو لامحالہ ہماری اولاد بھی ایسا ہی کرے گی، ہم نماز پڑھنے مسجد میں جائیں گی تو ہمارے بچے ضد کرکے ساتھ جائیں گے، ماں گھر میں نماز پڑھے گی تو ننھی منی بچیاں اس کی نقالی میں الٹے سیدھے سجدے ٹیکیں گی۔ ایسا بہت مشکل ہے کہ ہم خود تو نماز پڑھنے نہ جائیں اور بچے کو نماز کی تلقین کریں اور توقع رکھیں کہ وہ نمازی بن جائے گا۔ یا خود جھوٹ بولیں وعدہ خلافی کریں

گالی گلوچ کریں اور بچے سے امید کریں کہ وہ مہذب ہوگا اور اس قسم کی غلط حرکتیں اس کے اندر نہیں آئیں گی۔ بچہ تو نمونہ چاہتا ہے اور یہ نمونہ اُسے گھر سے ملنا ضروری ہے کہ انسانی ذہنی نشوونما بچپن ہی سے ہوتی ہے۔

پھر تربیت کا ایک اور پہلو تلاوت قرآن کریم ہے۔ اس میں بھی باقاعدگی ہونی چاہیئے۔ روزانہ صبح کے وقت ہر احمدی گھر سے تلاوت کی آواز اُٹھنی اور سنائی دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے نہ صرف تلاوتِ قرآن کیلئے سب سے موزوں وقت بتادیا بلکہ تلاوت کے پسندیدہ طریق کی طرف بھی رہنمائی فرمادی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا

(بنی اسرائیل: 79)

یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے۔

رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

(المزمل: 5)

یعنی قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کرو

تلاوت قرآن کریم یقیناً ایک ایسا بابرکت اور باثمر عمل ہے جس سے ہماری آئندہ کی نسلیں سنور سکتی ہیں۔ اس سے خیالات میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، نیکیوں پر قدم مارنے کی توفیق ملتی ہے، دینی علم بڑھتا ہے اور محبوبِ حقیقی کا درشن ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔

(کشتئ نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ27)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے:

''یہ احمدی ماؤں کا کام ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کو راضی کرنے کیلئے ہر کوشش ان کی اوّلین ترجیح ہو۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ احمدی مائیں اپنے آپ کو ایمان کے اعلیٰ معیار تک لیجانے کی کوشش کریں۔ ماؤں کے قدموں تلے جنّت اس لئے رکھی گئی ہے کہ جہاں ان کا اپنا ایمان اور خشیت اللہ بلندیوں پر ہو، وہاں ان کی نیک تربیت سے ان کے بچوں کے ایمان بھی ترقی پذیر ہوں۔ یہ عورتوں کی ذمہ داری ہے، ان ماؤں کی ذمہ داری ہے جن کی گود میں بچے پل رہے ہیں کہ بچپن ہی سے بچوں کے کانوں میں اچھائی اور برائی کی تمیز ڈالیں اور اُنہیں احمدی ہونے کی اہمیت بتائیں۔''

(مستورات سے خطاب بر موقعہ جلسہ سالانہ یوکے 25جولائی2009ء از روزنامہ الفضل ربوہ، مورخہ 30جولائی2009ء)

پس اے احمدی ماؤ! آج وہ وقت ہے کہ ہم اُٹھیں اور اپنے وجود کے ذرہ ذرہ کو اُس سمیع الدعا خدا کے در کے آگے اپنی گریہ وزاری اپنے آنسوؤں کے سمندر میں غرق کر ڈالیں تا ہماری اولاد سے وہ وجود جنم لیں جنہوں نے غلام احمد مہدی موعود و مسیحِ موعود کی اتباع میں محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ کا جھنڈا کل دنیا پر لہرانا ہے۔ دعائیں کریں کہ آج بھی احمدی ماؤں کی تربیت وہ رنگ چڑھائے جو دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کردینے والے ہوں۔ ہماری آہ و بُکا سے کی ہوئی دعائیں اُس رحیم و رحمان خدا کے فضل کو جذب کرتی ہوئی ہماری اولاد میں سے بار بار ابوبکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، عثمان غنیؓ، علی بن ابی طالب، بلال حبشیؓ، جعفر طیارؓ اور خالد بن ولیدؓ اور قرونِ اولیٰ کے اکابر صحابہ اور امامِ وقت حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء و اصحاب جیسے بیٹے پیدا کریں۔ ہماری دعائیں عبداللطیف شہیدؓ جیسے اسمٰعیلی صفت وجود اور ظفر اللہ خان اور عبدالسلام جیسے قابلِ فخر سپوت دُنیا کو دیں۔ ہم اپنی بچیوں کی تربیت اُمّہات المومنینؓ اور صحابیاتؓ کے نمونہ پر کر کے دُنیا کو مستقبل کی وہ مائیں دیں جو تا قیامت اس سلسلے کو جاری رکھیں تا وہ اعلیٰ و ارفع مقصدِ حیات جو اس کائنات کے خالق و مالک نے ہمارے ذمہ لگایا ہے اُس کے پورا کرنے میں ہم کما حقہ اپنا فرض ادا کرنے والیاں بن سکیں اور روزِ محشر خدا اور رسولِ خدا اور امام آخر الزّماں سے شرمندہ نہ ہوں۔ آمین۔

یہ بہت بڑا کام ہے جو عورت کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یعنی اولاد کو صحیح اور سچا مسلمان بنانا۔ عورت کا کام آئندہ زمانہ کی اصلاح کرنا ہے۔ سو چاہیئے کہ آج کے اس افراتفری کے دور میں اپنی اولاد کے ایمان، تقویٰ اور روحانی صحت کی فکر ہمیں نہ رات کو چین لینے دے نہ دن کو۔ یہ بے قراری اور اضطرار ہمیں راتوں کو اُٹھا اُٹھ کر اُس ہستی کے آگے اپنا وجود خاک میں ملا دینے پر مجبور کردے جس کا نام غفار و ستار ہے۔ جو ہمارا مالک و آقا ہے۔ جس کو کائنات کے ہر یک ذرّہ پر قدرت حاصل ہے۔ کیوں نہ اپنی نسل کی روحانی بقا کیلئے ہم رات کے اندھیروں میں دعا کے وہ تیر چلائیں جن کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ جو آنِ واحد میں عرشِ معلّٰی تک رسائی حاصل کر لینے کے لائق ہیں۔ اور کیوں نہ ہم دن کے اُجالوں میں اُسوۂ رسول ﷺ کی راہوں پہ قدم مارتے ہوئے خود اپنے جذبات، اپنی خواہشات، اور اپنے آرام کی قربانی دیتے ہوئے اپنے عمل سے ایک جنت نظیر معاشرہ پیدا کرنے والیاں بن جائیں۔

ایمان اور دعا کی بدولت ہی ہم نے خدا سے قرب کی منزل کا سفر طے کرنا ہے۔ عبادت و دُعا کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد قرار دیا کیونکہ اس کے بغیر خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب کی منزل تک رسائی ممکن نہیں۔ پس انسان اپنی زندگی میں عبادت و دعا کو ترک کر کے اپنے مقصد و مدعا کو پا ہی نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

دعاؤں کی تاثیر آب وآتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔(برکات الدعا صفحہ 11)

دعا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ یقیناً وہی ہمارا کارساز ہے۔ وہی ہمارا آقا اور وہی ہمارا مولا ہے۔ضرورت ہے کہ دردِ دل سے دعائیں مانگا کریں۔ خدا کرے کہ ہماری زندگی کا کوئی بھی پہلو دعاؤں سے خالی نہ رہے۔ ہمارا دل، ہماری روح خدا کے حضور جھکی رہے۔ ہمارے جسم کا ایک ایک ذرہ اپنی اور اپنی اولاد اور اپنے سب پیاروں کی دینی وروحانی تربیت کیلئے، نیز جماعت کی حفاظت، خلافت سے محبت اور اس کی ترقی کیلئے خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑاتا رہے اور ہم اپنی آنکھوں سے وہ نظارے دیکھیں جب آسمان سے زمین پر خدا آئے گا اور اپنے جلووں کے رنگ سے پوری دنیا میں جماعت احمدیہ کو ایک روشن چمکتے ستارے کی مانند اجاگر کردے گا، آمین۔
تمام احمدی ماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے چند اشعار پر اپنی اس تقریر کو سمیٹتی ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

اے احمدی ماں!

گھر کی ہے روحِ رواں، سرمایہء راحت ہے تُو
پاسبانِ نونہالاں، رہبرِ جنّت ہے تُو
راہ پر تہذیبِ نَو کی گامزن تُو آج ہے
تربیت اولاد کی لیکن، تری معراج ہے
تیری کوشش ان کے مستقبل کی ذمہ دار ہے
تیرے ہی شانوں پہ انکی تربیت کا بار ہے
وہ سنا نغمہ کہ آجائے زمانہ ہوش میں
سو رہی ہے قوم کی قسمت تیری آغوش میں!

(ماھنامہ مصباح اپریل، 2011، صفحہ33)

اہم اعلان

قارئین رسالہ النور کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ادارہ عنقریب

' قرآن کریم '

کے عنوان سے خصوصی شمارہ شائع کرے گا، انشاءاللہ۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس عنوان سے متعلق معیاری مضامین، منظوم کلام، اقتباسات اور دیگر معلومات

یکم دسمبر 2011ء

تک درج ذیل پتہ پر ارسال کریں،

Editor Ahmadiyya Gazzete
15000 Good Hope Rd. Silver Spring MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

جزاکم اللہ احسن الجزاء ، ادارہ رسالہ النور

خراجِ عقیدت
مسیحا تیرے دیوانوں کے نام

منیر احمد کاہلوں، فلوریڈا

نوخیز جذبوں، شگفتہ چہروں، چھلکتے پیمانوں کے نام
آنسوؤں سے تر سجدوں، پُرعزم پختہ ایمانوں کے نام
بے سروسامانی پہ نازاں قدرت کی فیّاضی پہ خوش
رہینِ ستم آہوں، فریادوں، آزردہ ارمانوں کے نام
بے آسرا معصوم لہو کا قریہ قریہ۔ لمحہ لمحہ۔ امتحان
جشنِ انبوہ سے عبارت خونریز داستانوں کے نام
نورِ مصطفویؐ سے روشن مشعلِ مرحبا صد مرحبا
تجھ پہ قرباں وفاشعاروں پروانوں کے نام
حقوقِ انسانی سے محروم۔ ناکردہ گناہوں کے سزاوار
خراجِ عقیدتؔ مسیحا تیرے دیوانوں کے نام
گالیاں برساتی نفرت کو دعاؤں سے جواب
صبرورضا پہ گامزن بے مثل انسانوں کے نام
دہشت۔ بربریت خون آشام درندگی کے راج میں
امن کے خُوگر رُوح پرور خُطبوں، فرمانوں کے نام
ریت کے ذرّوں کی صورت آباد ہونگے جب خدّام
ارضِ رُوس تیرے انقلابی اُن زمانوں کے نام
گرانقدر اعزاز تاریخوں میں رقم جو کر گئے
سجدۂ شبّیری میں پڑے زندہ دل ذیشانوں کے نام

ماں پیاری ماں

صفیہ رعنا

ماں دنیا کی نعمت پیاری ماں کی عظمت کوسلام۔ یہ ایک عظیم ہستی ہے جس کے پاؤں کے نیچے جنت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ماں کا رتبہ باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔ ماں کا اپنے بچوں سے بے لوث محبت اور پیار، اپنی جان سے بھی بچوں کو عزیز رکھنا اُن کے دکھ بیماری میں دن رات جاگنا درِدل سے دعائیں کرنا۔ ہر دکھ میں دکھی اور خوشی میں خوش ہونا۔ ماں ایک ایسی نایاب ہستی ہے۔ جس کا ثانی دنیا میں کوئی نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور اُف تک نہ کہو۔ اور اُنکے ساتھ شفقت اور نرمی کا سلوک کرو۔ اورخاص طور پر ماں کیلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ حضور ماں باپ میں سے زیادہ خدمت کا حقدار کون ہے تو حضور نے فرمایا تمہاری ماں۔ تین دفعہ اُسنے یہی سوال کیا تو فرمایا تمہاری ماں۔ چوتھی دفعہ پوچھنے پر فرمایا تمہارا باپ۔ سو اس سے ظاہر ہے ماں ایک عظیم نعمت ہے۔ ماں بڑی محنت سے اور بےلوث ہوکر بچوں کو پالتی ہے۔ ماں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انمول عطیہ ہے۔

حضرت اویس یمنی اپنی بوڑھی ماں کی دن رات صدقِ دل سے خدمت کیا کرتے تھے تو نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ یمن سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے ہی فرمایا تھا کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ جس نے ماں کی خدمت کر کے دعا لی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت کا وارث بنادیا۔ سو جس نے ماں کی عزت اور قدر کی وہ جنت کا وارث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر اولاد کو اس نکتہ کے سمجھنے کی توفیق دے، آمین۔

ماں کی خدمت اور خوشنودی حاصل کرنا فرض ہے اور افضل ہے۔ اس ضمن میں ایک بزرگ ہستی کا ذکر کررہی ہوں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ ایک دن اُنکی والدہ کو سخت بخار ہوگیا۔ تو وہ ساری رات اپنی والدہ کے پاس بیٹھے رہے۔ آدھی رات کو اُنکی والدہ نے پانی مانگا تو حضرت عبدالقادر جیلانی نے سب گھر میں پانی ڈھونڈا تو پانی نہیں تھا۔ گھڑا لیکر چشمے پر گئے۔ وہاں سے پانی لائے اور گلاس میں ڈال کر والدہ کے پاس آئے۔ مگر وہ سوچکی تھیں۔ تو اُسی پانی کا گلاس لے کر ماں کے سرہانے کھڑے رہے کہ جب وہ جاگیں تو ایک دم پانی اُنہیں دیا جائے۔ صبح تک اُسی طرح پانی لے کر کھڑے رہے۔ جب صبح والدہ نیند سے بیدار ہوئیں تو بیٹے کو سرہانے کھڑا پایا اور بیٹے نے سب حال بتایا۔ والدہ نے پانی پی کر بچے کو بہت دعائیں دیں۔

پھر ایک دفعہ ایک قافلہ کسی دوسرے شہر میں جارہا تھا تو حضرت عبدالقادر جیلانی نے ماں سے جانے کی اجازت مانگی۔ شاید وہاں کوئی درسگاہ تھی۔ کچھ علم حاصل کرنے کیلئے تو اماں نے اجازت دے دی اور چالیس درہم بھی ساتھ دیئے۔ کسی کپڑے میں باندھ کر اُنکی کمر سے باندھ دیئے۔ چونکہ اُس زمانہ میں پیدل ہی سفر ہوا کرتا تھا۔ راستہ میں چورڈاکوؤں کا بھی خطرہ رہتا تھا۔ اُنکی والدہ نے اُنہیں نصیحت کی کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا ہمیشہ سچ بولنا اور اپنے خدا کو یاد رکھنا۔ اُنہیں دعاؤں سے رخصت کیا۔

راستے میں رات آگئی۔ قافلے والوں نے خیمے نصب کیے تو آرام کرنے لگے کہ اچانک ڈاکوؤں نے حملہ کردیا۔ جب ایک ڈاکو جو ڈاکوؤں کا سرغنہ تھا اُنکے پاس آیا تو اُن سے پیسوں کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے بغیر حیل وحجت کے بتادیا کہ میرے پاس 40 درہم ہیں۔ ڈاکو نے کہا کہ تم نے کیوں مجھے پیسوں کے متعلق بتایا تو اُنہوں نے فرمایا میری ماں کی نصیحت ہے میں ہمیشہ سچ بولوں۔ اور درہم ڈاکو کو دے دیئے۔ ڈاکو بہت شرمندہ ہوا اور درہم اُنہیں واپس کردیئے اور اسنے سوچا کہ میں نے کبھی اپنی ماں کا کہا نہیں مانا اس بچے نے کیسے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کیا اور قافلے والوں کے سب لوٹے ہوئے مال واسباب واپس کردیئے۔ اور جا کر ماں کے قدموں پر گر گیا اور پھر اُس نے چوری اور لوٹ مار سے توبہ کرلی، اس طرح سچائی کی برکت اور ماں کی اطاعت کی برکت سے قافلے والے نقصان سے

بچ گئے۔ تو دیکھئے ماں کی خدمت کرنے والے اور نیک عمل کرنے والوں پر خدا تعالیٰ کتنا فضل کرتا ہے اپنا مقرب بنالیتا ہے اور جنت کے دروازوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ سو اولاد کو ماں باپ سے بہترین مہربانی کا سلوک کرتے ہوئے اولاد ہونے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اب عورت اور خاص طور پر ماں کے فرائض کے متعلق چند باتیں بیان کرتی ہوں!! اسلام سے پہلے مختلف ادوار میں اور معاشروں میں عورت کو مختلف نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ مشرق میں عورت، مرد کے دامنِ تقدس کا داغ رہی۔ یونان میں عورت کو شیطان سمجھا جاتا تھا۔ اہلِ کتاب نے عورت کو لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیا۔ لیکن اسلام میں عورتوں کیلئے نقطہءنظر ان سب سے جداگانہ اور انقلابی تھا۔ اسلام میں عورت مرد کی شریک کار ہے۔ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کئے۔ جہاں پر عورت ایک فعال اور موثر قوت ہے۔ یہ ہمارے پیارے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ کی بیش بہا نعمتوں میں سے سب سے اچھی نعمت نیک اور فرمانبردار اللہ اور رسولؐ کے راستے پر چلنے والی عورت ہے۔ جو ایک اچھی ماں بن سکتی ہے۔ جو کہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرسکتی ہے۔ نیکی کے اثرات یقیناً اُن بچوں میں ہونگے جنہوں نے اپنی ماؤں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جنہوں نے اپنی ماؤں کو ہر حال میں صابر وشاکر پایا۔ اُنہیں سکون و عافیت کی تلاش میں مارے مارے پھرنا نہیں پڑا۔ اُنہیں سب کچھ اپنی ماؤں کی گود میں ہی میسّر آجاتا ہے۔ یہ اللہ اور رسولؐ کی عنایت ہے۔

آجکل یہاں امریکہ یا باقی ملکوں میں جو اخلاقی صورتِ حال ہے جہاں تک ہمارے بچوں کا تعلق ہے کہ ان کی معیاری تربیت ہو ہی نہیں سکتی' یہ ایک غلط تصور ہے۔ ہمارے احمدی بچوں کی صحیح تربیت کی جائے تو کوئی مشکل نہیں کہ وہ ایک نمایاں حیثیت کی حامل شخصیت کے طور پر ابھریں۔ مگر جن کے والدین امریکی بن جانے کے شوق میں اسلامی اخلاقی قدریں اور دینی تہذیب کا دامن چھوڑ جائیں ان گھرانوں کے یہ بچے وہ ہیں جن سے آج خود ان کے والدین سخت ناراض ہیں۔ قصور والدین کا ہے کیونکہ مغربیت کا اثر لینے سے یہ ان کے زیرِ اثر آگئے۔ انہوں نے نہ خود اپنی حقیقت کو اور نہ ہی اپنی شناخت کو اہمیت دی اور نہ ہی اپنے بچوں میں اپنے مذہب، تہذیب اور کلچر سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی بلکہ اپنے بچوں کے امریکی سٹائل پر ہونے پر فخر کرتے رہے۔ کیا وجہ ہے کہ آج نئی نسل نے اپنے والدین خصوصاً ماں کے بلند اور مقدس رشتے کو یکسر فراموش کردیا ہے۔ آیا اس میں قصور بچوں کا ہے یا اس کی ذمہ دار ماں ہے؟ اگر تھوڑا سا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر صورتوں میں قصور وار صرف اور صرف ماں ہے۔ جو اپنے نسوانی حقوق اور مرد کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کی لگن میں اپنے حقیقی اور اصلی فرض کو بھلا بیٹھی ہے۔ جو اپنا سٹیٹس بلند کرنے کی تگ ودو میں اور معاشی آسودگی حاصل کرکے اپنی مکمل آزادی کے فریب میں مبتلا ہوکر اپنے اصل مقام کو بھول چکی ہے۔ اکثر خواتین کہتی ہیں کہ بچہ تو اب سیانا ہوگیا ہے اور گھر میں بوریت ہورہی ہے چلو نوکری کرلوں بوریت ختم ہوجائے گی مگر اس وقت تو بچے میں سوچنے سمجھنے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ یہی وقت اُسکا اصلی تربیت کا ہوتا ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ محض ایک بچے کو جنم دینے سے عورت ماں نہیں بن جاتی اصلی کام تو اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پیدائش کے فوراً بعد بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے تو تب سے ہی اُسکی تربیت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ کسی پودے کے اُگانے میں جتنی محنت درکار ہوتی ہے اس سے کئی گنا زیادہ اُسکی آبیاری کرنے سے اُسکی نشوونما اور پروان چڑھانے میں درکار ہوتی ہے۔ اسکے بعد پودا سایہ دار درخت بن کر چھاؤں دے سکتا ہے۔

سو خدا کیلئے مسیح الزماںؑ کی کتب کا مطالعہ کریں اور اپنے فرض کو پہچانیں اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں۔ ہم ایک احمدی جماعت کی احمدی عورتیں ہیں۔ ہمارے ذمہ احمدی نسل کو اللہ کے مجاہد اور غازی بنانے کا فرض ہے۔ اُنہیں پستیوں کی طرف نہیں لے جانا بلکہ بلندیوں کی طرف اُٹھانا ہے۔ اللہ اور رسولؐ کی صحیح تعلیم پر چلنا ہے۔ نماز کو قائم کرنا، بزرگوں کی عزت اور خدمت کرنا اور اُنکے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ یہ احمدیت کے شاہین ہیں۔ انہیں پہلے دین پھر دنیا کی بلندیوں پر پہنچنا ہے۔ انکا نشیمن بہت اونچا ہونا چاہیئے۔ انکا نبیؐ اور ان کا مسیح الزماںؑ، اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہے۔ سو ان میں خدا تعالیٰ کے زندہ تصور کو جاگزیں کرتے ہوئے ان کو اس بلندی اور قربت کی طرف لے جائیں۔ انہیں اعلیٰ اخلاق و آداب سکھائیں۔ پانچ وقت نماز خود بھی پڑھیں اور بچوں کو بھی تلقین کریں۔ اور دین کے فلسفے سے اپنی اولادوں کو آگاہ کریں۔ اپنے فرائض پورے کریں جو کہ خدا اور رسولؐ نے ماؤں پر عائد کئے ہیں تو صحیح مائیں بن کر جنت کی وارث ہوں

اے قوم کی ماں سوچو تو سہی!

اولاد تمہاری دولت ہے، تعلیم تمہارا گہنا ہے!!

مائیں اپنے فرائض اور اولاد اپنے فرائض کو صحیح معنوں میں جانیں تو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے فضل کرتا ہے اور اپنی بیش بہا نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماؤں کو اپنے فرائض اور اولاد کو اپنے حقوق اور فرائض ادا کرنے کی توفیق دے، آمین۔

ماں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

ماں تُو چاند ستاروں جیسی گلشن اور بہاروں جیسی
تجھ بن جیون کی یہ ندیا دُکھ ہی دُکھ کے دھاروں جیسی
مِل جُل کر جب ہم رہتے تھے دُکھ سُکھ کی باتیں کہتے تھے
جب تُو پیار کیا کرتی تھی خوشیوں کے ساگر بہتے تھے
تیری خوشبو تھی اور ہم تھے گیارہ تھے ہم پھر بھی کم تھے
خوشیاں تھیں اور دھوپ کنارے تیر تھے بھالے تھے نہ بم تھے
کچھ اللہ کے پاس سدھارے ہم میں نہیں ہیں اب بیچارے
جب تجھ کو غائب پاتی ہوں دل پھٹتا ہے غم کے مارے
ماں روئی تو یہ دل ٹوٹا دل ٹوٹا تو ماں یاد آئی
کوئی نہیں ہے ماں کے جیسا ماما ' خالہ ' بہن نہ بھائی
بے قابو ہو کر میں روئی آج نہیں دنیا میں کوئی
خوب نہا کے کپڑے بدل کے ڈھیروں خاک تلے جا سوئی
تیری جدائی کے دُکھ گہرے وقت کی مجبوری کے پہرے
یاد آتے ہیں دن وہ سنہرے دل پہ لگے ' یہ گھاؤ گہرے
تُو صابرؔ تُو شاکر تھی تُو دھرتی تھی ' تُو ساگر تھی
تُو دریا تھی ' تُو تھی سمندر میرا دل تھی ' تُو دلبر تھی

شکریہ احباب

خاکسار اُن تمام احباب کا اس اعلان کے ذریعے شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے دعاؤں، ٹیلیفونز، خطوط اور ای میلز کے ذریعے، اور ربوہ اور امریکہ میں ہمارے گھروں میں تشریف لا کر میری اہلیہ پروفیسر رشیدہ تسنیم خان کی وفات پر ہمارے ساتھ تعزیت اور ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے مرحومہ کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور ہم لواحقین کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔ اور مرحومہ کی نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار۔ محمد شریف خان

آنکھیں موند لیں

(اپنے پیارے حضورِ انور، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی والدہ محترمہ کی وفات کے موقع پر، اُن کے غم میں شریک ہونے کے لئے یہ چند اشعار ایک ناچیز شاعرہ نے لکھے ہیں)

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان
arshimalik50@hotmail.com

تھک کے آخر کار جب اُس ماں نے آنکھیں موند لیں
حسرتیں باقی ہیں پر ارماں نے آنکھیں موند لیں

اُس سے ملنے کی تمنا تھی سو دل میں رہ گئی
آج ہر اُمید، ہر امکاں نے آنکھیں موند لیں

آٹھ سالوں تک بہت جھیلا عذابِ ہجر کو
آخرش کمزور بے کس جاں نے آنکھیں موند لیں

سر پہ رہتا تھا ترے جس کی دعا کا سائباں
دفعتاً اس سایۂ رحماں نے آنکھیں موند لیں

جس کے قدموں میں تری جنت تھی رُخصت ہو گئی
ہائے اُس آغوش اُس داماں نے آنکھیں موند لیں

ایک نخلستاں کی صورت تھی جو تیرے لئے
بن ملے اُس نعمتِ یزداں نے آنکھیں موند لیں

صبر کی سِل تو نے سینے پر دھری کچھ اس طرح
دل میں اُٹھتے درد کے طوفاں نے آنکھیں موند لیں

جو کبھی پوری نہ ہو گی "تھوڑ" ایسی ہو گئی
ماں کے دم سے تھا جو، اُس فیضاں نے آنکھیں موند لیں

ہو گیا سُونا، تری یادوں میں جو آباد تھا
تیرے گہوارے، ترے دالاں نے آنکھیں موند لیں

ماں کے دم سے تھی ترے دل کے شبستاں میں ضیاء
بُجھ گیا سورج، مہِ تاباں نے آنکھیں موند لیں

یادِ ماضی ہے، اُداسی ہے، غمِ تنہائی ہے
دردِ فُرقت بڑھ گیا درماں نے آنکھیں موند لیں

جس کی اُلفت نے کیا سیراب برسوں تک تجھے
اُس محبت کے کھلے باراں نے آنکھیں موند لیں

دور تک سینے کے اندر ہے اداسی کا خلا
پیار کے اِک عہد اِک پیماں نے آنکھیں موند لیں

کر دیا رنجور، فُرقت نے دلِ مسرور کو
یوں لگا جیسے سکونِ جاں نے آنکھیں موند لیں

تھا عبادت کی طرح فرمان پر جس کے عمل
دفعتاً اُس صاحبِ فرماں نے آنکھیں موند لیں

جس کے بھائی باپ اور بیٹا، خلیفہ سب کے سب
اُس وجودِ پاک اور ذی شاں نے آنکھیں موند لیں

ہو گئی رُخصت جہاں سے دُخترِ فضلِ عمر
مہرباں اور پیکرِ احساں نے آنکھیں موند لیں

سو برس کی عمر پائی خارقِ عادت طویل
آخرش اِک دورِ عالی شاں نے آنکھیں موند لیں

موت سے کس کو مفر، ہے چل چلاؤ ہر گھڑی
مر گئے درویش اور سلطاں نے آنکھیں موند لیں

اُس کی یادوں کی مہک عرشی شکستہ دل میں ہے
داستاں باقی ہے گو عنواں نے آنکھیں موند لیں

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ انتقال فرما گئیں

آپ ایک مقدس ہستی تھیں ایک خلیفہ احمدیت کی بیٹی، دو کی بہن اور ایک کی والدہ تھیں
آپ انتہائی عبادت گزار، مخلوق سے ہمدردی رکھنے والی اور بزرگ خاتون تھیں

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مورخہ 29 جولائی 2011ء کو شام پونے سات بجے اپنی اقامت گاہ ربوہ میں بعمر تقریباً 100 سال انتقال فرما گئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے آپ نے اب تک سب سے لمبی عمر پائی ہے۔ آپ چند سال سے مختلف عوارض کی وجہ سے کمزوری کی طرف مائل تھیں۔ تاہم گزشتہ چھ ماہ سے آہستہ آہستہ کمزوری بڑھ رہی تھی اور کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھیں۔

آپ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے موقع پر قادیان تشریف لے گئیں، 2 ہفتے تک وہاں قیام فرمایا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے خلافت کے بعد پہلی اور آخری مرتبہ ملاقات کی اور اپنے جلیل القدر صاحبزادے کو خلیفۃ المسیح کی مسند پر بیٹھے دیکھا اور دید کی پیاس بجھائی آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے 25 مئی 1933ء کو وصیت کی تھی جبکہ آپ کی عمر 22 سال تھی۔

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی مبارک اولاد میں دوسرے نمبر پر اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے بڑے تھے۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ستمبر 1911ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاں حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ ام ناصر کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت ہی دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ دینیات کلاس اٹینڈ کی اور 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان پاس کیا جس کا اعلان الفضل 19 جولائی 1929ء میں شائع ہوا۔ آپ نے 1931ء میں میٹرک کا امتحان دیا۔ (انوار العلوم جلد 13 صفحہ 184) اور پھر ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ مورخہ 2 جولائی 1934ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پڑھا اور آپ کا رخصتانہ 26 اگست 1934ء کو ہوا۔ آپ کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور اس کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کرے۔''

(خطبات محمود جلد3 صفحہ349)

چنانچہ اللہ کے فضل سے اس مقدس جوڑے نے بعینہٖ اسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمت دین وانسانیت میں منہمک رہے۔ آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمات بجا لاتی رہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔ آپ عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ مند اور خدمت خلق کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق اور محبت تھی۔ آپ نے بچپن سے ہی دینی ماحول اور خلافت کے حصار میں تربیت حاصل کی اور پرورش پائی۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے خاوند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت 13 مارچ 1911ء کو قادیان میں ہوئی اور وفات 10 دسمبر 1997ء کو ہوئی۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد کا عرصہ بہت صبر اور حوصلے کے ساتھ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ دیگر اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محترمہ سیدہ امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ محترم سید میر مسعود احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب مرحوم

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ حضرت سیدہ محمودہ بیگم ام ناصر کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت ام ناصر کی دیگر اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے: 1۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ 2۔ محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ۔ 3۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ 4۔ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب۔ 5۔ محترمہ صاحبزادی امتہ العزیز صاحبہ۔ 6۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب۔ 7۔ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب۔ 8۔ محترم صاحبزادہ مرزا اظہر صاحب۔ 9۔ محترم مرزا رفیق احمد صاحب

جونہی آپ کی وفات کی خبر ربوہ اور پاکستان کے مختلف شہروں میں پہنچی، احباب جماعت اور خاص طور پر خواتین کے دل بہت دکھ اور درد سے بھر گئے اور ماحول سوگوار ہو گیا۔ نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے مختلف شہروں سے قافلے ربوہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ ہزاروں خواتین نے مورخہ 30 جولائی کو دن بھر اس مبارک وجود کا آخری دیدار کیا۔ نماز جنازہ کیلئے میت اقامت گاہ سے سوا پانچ بجے مسجد مبارک لائی گئی۔ جہاں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کیلئے مسجد مبارک کا مسقف حصہ، بالائی گیلری، صحن، اندرونی گراسی پلاٹس اور بیرونی گراسی پلاٹس میں احباب جماعت کا جم غفیر موجود تھا۔

خدام کے حفاظتی دائرہ میں میت بہشتی مقبرہ پہنچی۔ اندرونی چاردیواری میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قبر کے شرقی جانب آپ کی قبر تیار کی گئی۔ قبر کی تیاری کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے دعا کرائی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے ربوہ کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے عہدیداران سلسلہ اور احباب جماعت کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ بہشتی مقبرہ میں کرسیوں پر احباب جماعت کے بیٹھنے کا انتظام موجود تھا اس کے علاوہ بہت سے احباب نے بہشتی مقبرہ کے اندر اور باہر کھڑے ہو کر یہ وقت گزارا۔ خدام ربوہ نے مختلف شعبہ جات میں مستعدی سے ڈیوٹیاں سرانجام دیں۔ ربوہ سے نماز جنازہ اور تدفین کے کچھ مناظر ایم ٹی اے پر لائیو ٹیلی کاسٹ کئے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی تمام اولاد سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے، لیکن خاص طور پر حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ سے بڑی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا اور ہمہ وقت خبر گیری کرنا آپ کا معمول تھا۔ 1924ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ جب آپ پہلی مرتبہ کشمیر تشریف لے گئیں، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب بھی ساتھ اس سفر میں تھے۔ راستے میں سخت اولے اور بارش ہوگئی۔ بکریوں کے ریوڑ رکھنے کے دو کمروں میں رات گزارنے کا انتظام کیا گیا کمروں میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا دی گئی اور سب اپنے اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھانے لگے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس پیاری بیٹی کیلئے اپنا دُھسا (موٹی اُون کی چادر) دیا کہ اوپر لے لو اور فرمایا کہ مجھے اپنے کپڑے اتار دو میں سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس عظیم باپ نے اپنی بیٹی کیلئے خبر گیری کا عظیم نمونہ قائم فرمایا۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اکثر اسفار میں ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔۔۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ اور ان کی والدہ کا روزنامہ الفضل پر بھی احسان ہے کہ جب حضرت مصلح موعودؓ نے 1913ء میں الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کا زیور پیش کر دیا (الفضل 4 جولائی 1924)۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری صدی کی زندگی عطا فرمائی۔ ہوش سنبھالتے ہی خلافت کو اپنے اردگرد دیکھا اور اس کے سائے تلے تمام زندگی گزاری۔ حضرت مصلح موعودؓ کی جہاں آپ کو پدرانہ شفقت حاصل رہی وہاں بطور خلیفۃ المسیح آپ نے اپنے والد کی اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور پھر اپنے دو بھائیوں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خلیفۃ المسیح بننے کے بعد وہی اطاعت، محبت، لگن اور فدائیت جاری رہی جو خلافت کے عاشق کیلئے ضروری ہوتی ہے اور جب آپ کے لخت جگر حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الخامس کی ردا پہنائی تو بیٹا ہونے کے باوجود خلافت کی اطاعت کے تقاضوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ آپ تاریخ احمدیت کی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کے باپ، دو بھائی اور بیٹا خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے۔

حضرت صاحبزادی مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کیلئے بہت شفیق دل عطا فرمایا تھا۔ غریب پرور اور خدمت خلق کے کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔ بہت دعا گو، سلیقہ شعار اور اپنی اولاد کی دینی تقاضوں کے عین مطابق تربیت کرنے والی تھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل ربوہ)

تعزیت نامہ

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم   نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمتِ اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدک اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج اس دَور کی تاریخ نے دَم توڑ دیا

ہم ممبرانِ جماعتِ احمدیہ نیو یارک یو۔ایس۔اے بڑے حزن وملال اور گہرے رنج والم کے ساتھ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خدا تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور تمام خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

آپ میاں منصور احمد صاحب کی اہلیہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی، دو خلفاء کی بہن اور حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی والدہ تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیارِ غیر میں اپنی والدہ کی وفات کی خبر سن کر جو غم ہوا ہوگا وہ عیاں ہے۔اس خبر کو سن کر ممبرانِ جماعت احمدیہ عالمگیر بھی غم زدہ ہیں کہ یہ ایک ایسے وجود کی جدائی ہے جو جماعت میں ایک مقام رکھتی تھیں، اب ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوگئی ہیں۔

مرحومہ کی ساری زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف تھی۔ ساری عمر لجنہ کے مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ایک لمبے عرصے تک احمدی خواتین کی خدمت کرتی رہیں۔

آپ وہ خوش قسمت ماں تھیں جس کے بطن سے ایسا وجود پیدا ہوا جس کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی خلعت عطا فرمائی۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤ تیہ من یشآء۔اس لحاظ سے بھی آپ کا وجود جماعتِ احمدیہ کے لئے عزت کا باعث تھا۔

زمانے کے حالات نے ماں اور بیٹے کے درمیان ایسے فاصلے حائل کر دیئے جن کا دور کرنا انسان کے بس میں نہیں تھا۔ ماں اور بیٹے کی لمبی جدائی ایک نا قابلِ برداشت غم ہے یہ وہی جان سکتے ہیں جو اس کرب سے دوچار ہوئے ہوں۔ ماں وہ رشتہ ہے جس کی محبت میں ایسے موقعہ پر ضبط کے تمام دھارے ٹوٹ جاتے ہیں اور اسی طرح جو غم حضرت صاحبزادی صاحبہ کو اپنے بیٹے کی جدائی کا ہوا ہوگا اس کو بھی مائیں محسوس کر سکتی ہیں۔لیکن یہ سب درد والم انہوں نے خدا کی رضا کی خاطر برداشت کیا جس کا احساس ساری جماعت کو ہے۔۔۔سو، اے خدا کی رضا کی خاطر صبر کرنے والی پاک روح! خدا تجھے ہر آن جزائے خیر عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور تیرا مقام آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں ہو۔ آمین۔

ہم ممبرانِ جماعتِ احمدیہ نیو یارک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور تمام خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔اور دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ان تمام دعاؤں اور تمناؤں کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے جو حضرت صاحبزادی صاحبہ نے اپنے بچوں کے لئے کی ہیں۔

والسلام

ہم ہیں ممبرانِ جماعت احمدیہ نیو یارک

8-1-2011

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

لندن

30 / 07 / 11

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے احمدیہ گزٹ کا ماہِ جولائی کا شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے۔ رسالہ کی ساری ٹیم کو بہترین اجر دے اور اخلاص و وفا کے ساتھ مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس